UNIVERSAL
LIBRARY
OU_224902
UNIVERSAL
LIBRARY

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ایکٹ ۶ سنہ ۱۹۱۳ء (معہ شرح)

یعنی

قانونِ وقف علی الاولاد

جیساکہ انگریزی عدالتوں میں رائج ہے اور جس میں
تمام مسائل شرعی متعلقہ فرقہ اہلِ سنن و اہلِ تشیع مفصّل اور
نہایت عام فہم زبان میں درج کئے گئے ہیں۔

مرتبہ

مولوی محمد اسمٰعیل حنیفی۔ ایڈووکیٹ میرٹھ
مؤلف مشہور رسالہ "قانونِ وراثت مسلمانان"

اس کا مطالعہ
تمام صاحب جائداد مسلمانوں، قبالہ نویسوں، اور قانون پیشہ اصحاب کیلئے مفید اور ضروری ہے

۲۹۷۶۳۱
۳۳
ملح - ق م

جسے
مولوی محمد اسمٰعیل حنیفی ایڈووکیٹ میرٹھ نے
برونز پرنٹنگ ورکس ۱۹ سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام
ایم عبدالحمید خان منیجر چھپوا کر میرٹھ سے
شائع کیا

بار اوّل ۱۰۰۰ جلد
قیمت فی جلد ۸/
([illegible] منگائیے۔ ورنہ ٹکٹ ارسال کیجئے۔ ۵ جلدوں سے کم کا وی۔پی روانہ نہ ہوگا۔)

مسلمانانِ اہلِ سنت و الجماعت کے لئے۔ دریا بکوزہ یعنی

Checked 1965

CHECKED. 195

قانونِ وراثت

مؤلفہ مولوی محمد اسمٰعیل حنیفی (علیگ) ایڈووکیٹ میرٹھ

اس مشکل مضمون پر۔ اُردو میں اس سے بہتر

مختصر مگر مکمل۔ عام فہم۔ اور آسان کتاب نہیں ہے

مقتدر اخبارات کی تنقیدات کا خلاصہ :۔

(۱) زمیندار (لاہور)"... اور سب سے بڑھ کر قابل قدر بات یہ ہے کہ نہایت مشکل اور عسیر الفہم معاملات کو سادہ۔ سلیس۔ اور مختصر عبارت میں اس عمدہ طریقہ پر بیان کر دیا ہے کہ ہر پڑھا لکھا اس سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے..."

(۲) آزاد هند (مدراس)"... اُردو لٹریچر میں ایک نایاب اضافہ اور اپنے طرز میں لاثانی ہے۔ قانونِ وراثت کے متعلق اُردو میں بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور جتنی کتابیں ہماری نظر سے گذری ہیں۔ اُن سب میں اس کا درجہ ہمارے خیال میں اوّل ہے..."

(۳) مُسلم آوٹ لک (لاہور)"... فاضل مولف نے مختصر مگر جامع طور پر قانونِ وراثت کے اصول لکھے ہیں۔ یہ کتاب اُردو علم ادب میں ایک نایاب اور مفید اضافہ ہے..."

(۴) سیاست (لاہور)"... خاص قابلیت اور محنت سے مرتب فرمایا ہے۔ قابل مؤلف نے اسے سلیس اور عام فہم عبارت میں قلمبند کیا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ کوشش مسلمانوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیگی..."

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچۂ مولّف

یوں تو قانونِ اسلام اور اُس کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کے لئے بے شمار دینی و دنیوی فوائد مُضمر ہیں۔ لیکن "قانون وقف" اور خصوصاً اِس کا وہ حصّہ جو اپنے اہلِ خاندان وغیرہ کے لئے جائداد وقف کرنے کے متعلق ہے۔ نہ صرف قابلِ قدر بلکہ نعمتِ غیر مترقّبہ ہے۔ افسوس ہے کہ ہم مسلمانوں نے ایک ایسے قانون سے جو ہماری دینی اور دُنیوی فلاح کا ضامن تھا۔ بہت کم فائدہ اُٹھایا۔ اور اِس عدم توجّہی کی وجہ سے جو کچھ حالت ہوئی اُس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ (عیاں راچہ بیاں)

ہم مسلمانوں کا بُنیادی عقیدہ ہے کہ دُنیا اور اُس کی تمام کائنات خداوند عالم کی پیدا کی ہوئی ہے اور وُہی **اُس کا مالک** ہے۔ اور جس چیز کو روزمرّہ کی گفتگو میں ہم اپنی ملکیت کہتے ہیں وہ دراصل ہماری ملکیت نہیں بلکہ وہ خدا کی طرف سے ایک "عطیہ" ہے۔ اور ہم اُس کے محافظ ہیں۔ اور جب ہم اپنی جائداد کو "وقف" کرتے ہیں تو اُس چیز کے "اصل" (یا ملک) کو اصل مالک (خداوند عالم) کی تحویل میں اس نیّت کے ساتھ منتقل کر دیتے ہیں کہ اُس کا منافع اُس کی مخلوق کے فائدے کے لئے صرف کیا جائے۔ اور یہی "وقف" کی تعریف اور اُس کے معنی ہیں،

پس جب ہم اپنی جائداد اپنی اولاد - اقربا - یا مساکین وغیرہ یا دیگر مصالح عامّہ کے لئے وقف کرتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم اس عقیدہ کو صرف برائے گفتن ہی نہیں مانتے بلکہ اپنے عمل سے بھی ثابت کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ صحیح ہے ،

اِس کا دنیوی پہلو بھی نہایت روشن ہے - یعنی وقف ہو جانے کے بعد جائداد ناقابلِ انتقال اور بربادی سے محفوظ ہو جاتی ہے ،

ہر قسم کا وقف کرنا کارِ ثواب ہے - لیکن اپنی اولاد - اہلِ خاندان - اور اقربا کے لئے وقف کرنا تمام دیگر اوقاف سے افضل تر اور زیادہ ثواب کا باعث ہے - کیونکہ ہر ذی حیثیت مسلمان کا فرض ہے کہ پہلے اُن لوگوں کی پرورش کا کفیل ہو جن کی پرورش اُس کے ذمّہ ہے - تاکہ وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلّت سے بچے رہیں ،

اوّل تو مسلمانوں نے ہی اس طرف بہت کم توجہ کی - اور جو تھوڑی بہت توجہ کی تو انگلستان کی شاہی عدالت (پریوی کونسل) نے ۱۸۹۴ء میں اس قسم کے اوقاف کے جواز کو تقریباً کالعدم کر دیا - چونکہ شاہی عدالت کے فیصلہ کی پابندی ہندوستان کی ہر عدالت پر فرض ہے - اس لئے نظیر مذکور کے اثر کو زائل کرنے کے لئے قانون کی ضرورت ناگزیر ہوگئی - چنانچہ قانون موسومہ "قانون جواز اوقاف مسلمانان ۱۹۱۳ء" (جو عُرف عام میں "قانون وقف علی الاولاد" کے نام سے مشہور ہے) فخر قوم و ملک مسٹر محمد علی جناح صاحب کی اَن تھک کوششوں سے پاس ہو کر، ۷ مارچ ۱۹۱۳ء سے نافذ ہو گیا - اس کی مختصر تاریخ باب اوّل میں آپ کو ملے گی ،

مسلمانانِ ہند تباہی کے عمیق غار کے کنارے پر کھڑے ہوئے ہیں - اور خفیف سی حرکت درکار ہے کہ جو اُن کو اس غار کے اندر اس طرح دھکیل دے کہ اُن کی ہڈیوں کا سُراغ

بھی ملنا مشکل ہو جائے۔ پس بصد ادب التماس ہے کہ خدارا خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر جو کچھ باقی ہے اُس کو بربادی سے بچا لیجئے۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں،

جہاں تک ہم کو معلوم ہے۔ مسلمانوں کے قانون وقف علی الاولاد کے مقابلہ کا کسی دوسرے مذہب میں کوئی قانون نہیں ہے۔ ہندو صاحبان کی دھرم شاستر میں صرف ایک مثال ملتی ہے۔ یعنی دھرم شاستر کی رُو سے کسی خاندانی "دیوتا" کے لئے وقف ہو سکتا ہے۔ لیکن اولاد وغیرہ کے لئے نہیں ہو سکتا۔ لیکن اِس میں اور اُس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہاں اگر بلحاظ نتائج اگر کوئی چیز ملتی جُلتی ہے تو وہ خاندانِ مُشترکہ اور جائداد مشترکہ کا قانون ہے۔ جو خوبیاں قانونِ وقف میں ہیں وہ اگرچہ اُس میں نہیں پائی جاتیں۔ لیکن برابر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے اُن کی جائدادیں نہ صرف محفوظ رہیں بلکہ چند گُنا بڑھ گئیں۔ برخلاف اِس کے ہم نے اپنی نادانی سے اپنے قانون کو ناکارہ سمجھ کر پسِ پُشت ڈال دیا۔ اور نتیجہ جو کچھ ہوا وہ اظہر من الشمس ہے،

غنیمت ہے کہ اب اِس طرف کچھ رُجحان ہوتا جاتا ہے۔ راقم کے پاس اکثر خطوط اِس قانون کی طلبی میں آتے رہتے ہیں۔ اور بعض اصحاب مسودہ وغیرہ بھی بغرضِ مشورہ بھیجتے رہتے ہیں۔ اِس لئے مناسب سمجھا کہ ایک مُختصر اور عام فہم رسالہ لکھ کر عوام الناس کی ضروریات کو کسی حد تک پورا کرنے کی کوشش کی جائے،

پس اِس رسالہ کی تالیف کا مقصد بجز اُس کے کہ لوگوں کو وقف کرنے کی

ترغیب ہو اور قانون سے کچھ واقفیت حاصل ہو جائے۔ اور کچھ نہیں ہے،

ناظرین سے استدعا ہے کہ اس کی غلطیوں سے راقم کو مطلع فرما کر شکرگذاری کا موقعہ دیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو اس مقصد کی اشاعت فرمائیں،

علمائے کرام سے دست بستہ التماس ہے کہ وہ اپنے مواعظ اور خطبات میں مسلمانوں کو وقف کرنے کی اہمیت اور ضرورت ذہن نشین فرما کر اُن کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیں،

فروری سنہ ۱۹۳۲ء

محمد اسمٰعیل حنفی
(بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ (علیگ)
اڈوکیٹ میرٹھ

قانون جواز اوقاف مسلمانان ۱۹۱۳ء

ایکٹ نمبر ۶ ۱۹۱۳ء

مجریہ ۷ مارچ ۱۹۱۳ء

وہ قانون جس کی رو سے مسلمانوں کے اُن حقوق کا اعلان کیا گیا ہے جن کے ذریعہ سے وہ اپنی جائداد کا انتظام اپنے اہلِ خاندان۔ اولاد۔ اور نسل کے حق میں وقف کرنے سے کر سکتے ہیں،

ہرگاہ اُن اوقاف کے جائز ہونے کے متعلق۔ جو مذہب اسلام کے ماننے والے اشخاص اپنے۔ اپنے اہلِ خاندان۔ اولاد۔ اور نسل کے حق میں اور بالآخر مساکین کے استفادہ۔ یا کسی دیگر مذہبی۔ امور خیر۔ یا خیراتی مقاصد کے لئے وقف کر چکے ہیں۔ شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ اور ہرگاہ ایسے شبہات کا دور کرنا قرینِ مصلحت ہے۔ لہذا حسب ذیل قانون نافذ کیا جاتا ہے،

دفعہ ۱۔ (۱) جائز ہے کہ اس قانون کو قانون جواز اوقاف مسلمانان ۱۹۱۳ء کے نام سے موسوم کیا جائے،

(۲) یہ تمام برٹش ہندوستان میں نافذ ہوگا،

دفعہ ۲۔ اس قانون میں بجز اُس صورت کے کہ کوئی امر عبارت یا مضمون میں خلاف پایا جائے،

(۱) وقف سے مراد کسی ایسے شخص کا۔ جو پیرو مذہب اسلام ہو کسی جائداد کو

کسی ایسے مقصد کے لئے جو بروئے شرع محمدیؐ مذہبی۔ صالح۔ یا خیراتی تسلیم کی جاتی ہو۔ دواماً فی سبیل اللہ نذر کر دینے کے ہیں،

(۲) حنفی مسلمان سے مراد ایسے پیرو مذہب اسلام سے ہے جو شرع اسلامی کے فرقۂ حنفیہ کے عقائد و اصول کا پابند ہو،

دفعہ ۳۔ کسی شخص کے لئے۔ جو مذہب اسلام کا پیرو ہو۔ جائز ہوگا کہ وہ کوئی وقف جو ہر لحاظ سے شرائط قانونِ اسلام کے مطابق ہو منجملہ دیگر مقاصد کے۔ حسب ذیل مقاصد کے لئے قائم کرے :۔

(الف) کُلیتاً یا جُزاً۔ اپنے خاندان۔ اولاد۔ یا نسل کی پرورش یا گُذارہ کے لئے،

(ب) نیز۔ اگر وقف کرنے والا حنفی مسلمان ہو۔ تو اپنی زندگی میں خود اپنی پرورش اور گُذارہ کے لئے۔ یا جائداد موقوفہ کی آمدنی یا منافع سے اپنے قرضے ادا کرنے کے لئے،

لیکن شرط یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں آخری مفاد۔ صراحتاً یا کنایتاً مساکین کے لئے، یا کسی ایسے دوسرے مقصد کے لئے مخصوص کر دیا جائے جو بروئے قانونِ اسلام مستقل نوعیت کا مذہبی۔ صالح۔ اور خیراتی مقصد تسلیم کیا جاتا ہو،

دفعہ ۴۔ کوئی ایسا وقف محض اِس وجہ سے ناجائز متصوّر نہ ہوگا کہ اُس کے ذریعہ سے جو مفاد مساکین یا دیگر مستقل نوعیت کے مذہبی۔ صالح۔ یا خیراتی مقصد کے لئے مخصوص کیا جائے وہ وقف کرنے والے کے خاندان۔ اولاد۔ یا نسل کے منقطع ہو جانے کے وقت تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا ہے،

دفعہ ۵۔ اِس قانون کا اثر کسی رسم یا رواج پر۔ خواہ وہ مقامی ہو۔ یا مسلمانوں کے کسی خاص فرقہ یا جماعت میں مروّج ہو۔ نہیں پڑے گا۔

نوٹ۔ جیساکہ اس ایکٹ کے طرزِ عبارت سے ظاہر ہے۔ اس ایکٹ کی رُو سے کوئی جدید قانون نافذ نہیں کیا گیا۔ بلکہ جو پرائیویٹ (نجی) اوقاف شرع کی رُو سے جائز تھے اور ہیں۔ اور جن کے جواز میں بوجہ نظیر پریوی کونسل شُبہ ہوگیا تھا۔ اُن کی تصدیق کے طور پر نظیر مذکور کے اثر کو زائل کرنے کی غرض سے اس قانون کے نافذ کرنے کی ضرورت ہوئی،

وقف علی الاولاد کے مکمل اور نافذ ہونے کے لئے شرعاً کیا شرائط ضروری ہیں۔ اور اس قسم کے اوقاف کا کیا قانونی اثر ہے۔ یہ مختصر طور سے اس رسالہ میں بیان کیا جائے گا۔ جو گویا اس ایکٹ کی شرح سمجھنی چاہیے،



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

ابتدائی

۱۔ قانون وقف علی الاولاد کیا چیز ہے اور اُس کے نافذ کرنے کی ضرورت کیوں ہوئی؟

ذیل میں ہم مختصراً اُس مقدمہ کے واقعات درج کرتے ہیں جس کی بناء پر پریوی کونسل نے وقف علی الاولاد کو۔ جو مسلمانوں کے ذاتی قانون کا متفقہ مسئلہ ہے۔ ناجائز قرار دے دیا تھا۔ [نظیر پریوی کونسل مطبوعہ۔ انڈین لا رپورٹ کلکتہ۔ جلد ۲۲۔ ابوالفتح محمد اسحاق وغیرہ بنام رسامایا۔ صفحہ ۶۱۹۔ ۱۸۹۴ء]

مسمیان ابوالحسین محمد عبدالرحمٰن اور ابو محمد عبدالقادر (برادران حقیقی) فرقہ حنفیہ کے پیرو۔ اور سلہٹ (علاقہ بنگال) کے رؤسا تھے۔ دونوں بھائیوں نے بذریعہ وقف نامہ مؤرخہ ۲۱۔ دسمبر ۱۸۶۳ء اپنی تمام غیر منقولہ جائداد کو اپنے گذارہ کے لئے اور بعد وفات اپنی اولاد کے لئے نسلاً بعد نسل وقف کر دیا۔ اور یہ بھی تحریر کیا کہ بعد انقطاع نسل اُس کی آمدنی مساکین اور بیوگان سلہٹ پر صرف کی جایا کرے گی۔ وقف نامہ کے متعلقہ حصّہ کا ترجمہ (جو نظیر کے ساتھ شائع کیا گیا ہے) حسب ذیل ہے،

"... ہم اپنی تمام جائداد غیر منقولہ... کو مستقل طور سے اپنے پسران اور اولاد اور اپنے خاندان کے افراد کے فائدہ کے لئے نسلاً بعد نسل اور اُن کی عدم موجودگی میں

مساکین۔ فقراء۔ یتامیٰ اور بیوگان کے لئے وقف کرتے ہیں۔ہم دونوں بھائی اس تمام جائداد کے انتظام اور نگرانی کا بار بطور متولی جب تک زندہ رہیں۔ اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ اور بطور متولی ہم کو تمام اختیارات حاصل ہوں گے ۔۔۔"

واضح رہے کہ یہ وقف نامہ بالکل شرعی قانون کے مطابق تھا۔ اور اس میں کوئی خامی نہ تھی۔ چنانچہ دونوں بھائیوں نے متولیانہ طور پر بحق وقف داخل خارج کرالیا۔ اور عرصہ تک بطور متولی انتظام کرتے رہے۔ اور تمام کاغذات میں اپنے آپ کو متولی تحریر کرتے رہے،

۱۸۷۴ء میں عبدالرحمن کو مالی مشکلات پیش آئیں۔ اور اس نے ۷ اپریل ۱۸۷۴ء کو اپنے حصہ کی نصف جائداد کا دوامی پٹہ چار ہزار روپیہ سالانہ پر اپنے بھائی عبدالقادر کے حق میں تحریر کر دیا۔ اور عبدالقادر نے قبولیت تحریر کر دی۔ ان دونوں دستاویزات میں انہوں نے یہ بھی تحریر کیا کہ ہم نے اپنی ضروریات کی وجہ سے وقف نامہ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۸۶۸ء کو منسوخ کر دیا ہے،

۱۸۸۱ء میں دونوں نے اپنی جائداد تقسیم کر لی۔ اور تقسیم نامہ میں لکھا کہ چونکہ وقف نامہ میں الفاظ "صدقہ" یا "خیرات" تحریر نہیں کئے گئے۔ اس لئے وہ شرع کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے باطل ہے۔ اس کے بعد یہ دونوں بھائی جائداد کو وقتاً فوقتاً بذریعہ رہن و بیع منتقل کرتے رہے،

۶۔ مارچ ۱۸۸۸ء کو ابوالفتح محمد اسحاق دپسر عبدالرحمن نے اپنے اور اپنے نابالغ بھائیوں کی طرف سے عدالت سب جج سلہٹ میں دعویٰ دائر کیا۔ کہ استقرار اس امر کا فرمادیا جائے کہ جائداد وقف ہے۔ اور جس قدر انتقالات بعد میں کئے گئے ہیں وہ کالعدم قرار دئے جا کر مدعیان کو دخل دلایا جاوے،

عدالت ججی نے جائداد کو وقف قرار دے کر دعوے ڈگری کر دیا۔ لیکن کلکتہ ہائی کورٹ نے ڈگری عدالت ماتحت منسوخ کر دی اور یہ قرار دیا کہ جائداد وقف نہیں ہے۔

[انڈین لاء رپورٹ۔ کلکتہ۔ جلد ۱۸ صفحہ ۳۹۹۔ ۱۸۹۱ء]

اِس کا اپیل پریوی کونسل میں کیا گیا۔ وہاں بھی ہائیکورٹ کا فیصلہ بحال رہا۔ اور وقف ناجائز قرار دیا گیا۔ اور منجملہ دیگر وجوہ کے ناجائز ہونے کی ایک یہ وجہ بھی قرار دی کہ اس کی رُو سے اہل خاندان کو فائدہ پہونچتا ہے اور چونکہ مساکین کا نمبر عرصہ دراز کے بعد آئے گا جو غیر یقینی بھی ہے اِس لئے یہ برائے نام وقف ہے۔ اور نیز یہ کہ کسی کا خود اپنی اولاد وغیرہ کے لئے وقف کرنا شرعاً کار خیر میں داخل نہیں ہے۔ (دفعہ ۴ قانون وقف علی الاولاد اِسی وجہ سے وضع کی گئی)

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ عدالت العالیہ اور پریوی کونسل کی رائیں شرعی قانون وقف کے مطابق نہ تھیں۔ لیکن پریوی کونسل کی رائے کی پابندی ہندوستان کی ہر عدالت کے لئے لازمی ہے۔ اور جب تک یہ نظیر قائم رہتی۔ اُس وقت تک وقف علی الاولاد ناجائز ہی رہتا،

پس اِس نظیر کے اثر کو زائل کرنے کے لئے کسی قانون کا نافذ ہونا ضروری تھا۔ اِس لئے ایکٹ نمبر ۶ سنہ ۱۹۱۳ء نافذ کیا گیا۔ (اِس قانون کا نفاذ فخرِ قوم عالی جناب آنریبل مسٹر محمد علی جناح صاحب کا مرہونِ منّت ہے جن کی قابلیت اور اَن تھک کوششوں سے یہ ایکٹ پیش ہو کر پاس ہوا۔ آنریبل صاحب موصوف اور تمام وہ ممبران کونسل جنہوں نے اِس کے پاس ہونے میں حصّہ لیا۔ قوم کے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ درحقیقت مسلمانان ہند آنریبل صاحب ممدوح کے بارِ احسان سے کبھی سبک دوش نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ممدوح کو اس کی جزا عطا فرمائے۔ آمین!!!) اِس قانون کے نافذ کرنے کا مقصد بجز اِس کے

اور کچھ نہیں کہ مسلمانوں کے ایک متفقہ شرعی مسئلہ کے متعلق جو شبہ پیدا ہو گیا تھا اُس کو رفع کر دیا جائے،

۲۔ وقف کا آغاز۔ معنی۔ اور اقسام

(۱) **وقف کی ابتداء**۔ جیسا کہ دیباچہ میں عرض کیا جا چکا ہے۔"قانون وقف" مسلمانوں کے ذاتی قانون یعنی شرع اسلامی کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہ خداوند جلّ وعلیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ اور مسلمانوں کی دنیوی فلاح کا ضامن ہے۔ اِس کی ابتداء خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی بناء پر حسب ذیل حالات میں ہوئی:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قطعہ اراضی علاقہ خیبر میں حاصل کیا اور آپ رسول خدا (صلعم) کی خدمت مبارک میں یہ مشورہ کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے کہ اِس اراضی کو کس کار خیر میں لگایا جائے۔ دریافت کرنے پر آپ نے ارشاد فرمایا "جائداد کو روک دو (باندھ دو۔ یعنی وقف کردو) اور منافع کو بنی نوع انسان پر صرف کرو۔ اور نہ اِس کو بیع کیا جائے گا۔ نہ ہبہ۔ اور نہ وہ ورثا پر تقسیم ہو گی اُس کے حاصل (منافع یا آمدنی) کو اپنی اولاد۔ اقرباء۔ اور مساکین پر خدا کی راہ میں صرف کرو"۔ چنانچہ بموجب ارشاد مبارک حضرت عمرؓ نے اُس ارضی کو وقف کر دیا۔ اور وقف مذکور سالہا سال تک قائم رہا حتیٰ کہ اراضی ناکارہ ہو گئی۔ اِس کے بعد خود آنحضرت (صلعم) اور حضرت عمرؓ اور خاندان رسالت کے بہت سے افراد اور خلفائے راشدین نے اِسی نوعیت کے اوقاف قائم کئے۔ آنحضرت (صلعم) کے ارشاد مبارک کے مطابق اولاد کے لیئے وقف کرنا افضل ترین کار خیر ہے۔ اور اُس کے بعد قرباء اور پھر مساکین کا نمبر آتا ہے،

(۲) وقف کے معنی۔ لفظ "وقف" کے لغوی معنی ہیں "میں نے باندھ دیا دیا روک دیا" اور یہ اُونٹ اور گھوڑوں وغیرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ وقف کے لغوی معنی ہیں۔ روکنا۔ باندھنا۔ تحویل میں رکھنا۔ یعنی جائداد کے "اصل" کو خدا کی تحویل میں دیدینا۔ اور اُس کے "حاصل" (منافع) کو امورِ خیر میں صرف کرنا۔ قانونی معنی کے لیے وقف کی تعریف ملاحظہ کیجیے۔

(۳) اقسام وقف۔ اسلامی قانون میں وقف کی تین قسمیں ہیں:-

(الف) وقف پہلے اُمراء (اغنیا) اور پھر مساکین کے لیے،

(ب) وقف جو اُمراء اور مساکین دونوں کے لئے یکساں ہو،

(ج) وقف محض مساکین وغیرہ کے لیے،

قسم اوّل میں وہ تمام اوقاف شامل ہیں جو اشخاص یا افراد۔ اپنی اولاد۔ اقربا یا نسل وغیرہ کے واسطے کئے جائیں۔ اور اُن کے معدوم ہو جانے پر مساکین مستفید ہوں یا اُس کی آمدنی کسی دیگر مستقل نوعیت کے مذہبی۔ یا مقصدِ خیر پر صرف کی جائے۔ اِس وقف کو پرائیویٹ (یعنی نجی وقف) بھی کہہ سکتے ہیں،

قسم دوم اُن اوقاف سے متعلق ہے جس سے امیر و غریب یکساں طور پر مستفید ہوں۔ جیسے پانی کے ذخیرے۔ ہسپتال۔ سرائیں۔ مدرسے۔ قبرستان اور پل وغیرہ وغیرہ۔

قسم سوم کے اوقاف وہ ہیں جو محض مساکین اور محتاجوں کے استفادہ و آرام کے لئے مخصوص ہوں۔ مثلاً لنگر خانے۔ مُردوں کو کفن مہیّا کرنا۔ محتاج خانے۔ جذام خانے وغیرہ وغیرہ۔

پہلی قسم کا وقف اِس رسالہ کا موضوع ہے۔ اور ہم نے کوشش کی ہے کہ وقف علی الاولاد کے

متعلق تمام مسائل معہ اُن خفیف ترمیمات کے جو عدالتوں نے کردی ہیں۔ اختصار کے ساتھ اس طرح سے بیان کردیں کہ ہر خواندہ آدمی اس حصہ قانون کے متعلق واقفیت بہم پہونچا لے۔ پیچیدہ طرز کلام اور قانونی موشگافیوں سے حتی الامکان احتراز کیا گیا ہے مؤلف کو نہایت مسرت ہوگی اگر ناظرین بغور مطالعہ کرلینے کے بعد اپنی قیمتی آرا اور مفید مشوروں سے اس کو مطلع فرمائیں گے۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں اُن مشوروں کی رہنمائی سے ضروری ترمیمات کی جاسکیں،

ضروری نوٹ۔ اس رسالہ کی دفعات ہیں اور نیز نوٹ میں۔ جہاں کہیں کسی خاص فرقہ کا حوالہ نہ ہو اس کو محض فرقۂ حنفیہ سے متعلق سمجھا جائے، ہم نے رسالہ کو مفید تر بنانے کی غرض سے جا بجا اسلام کے دیگر فرقوں۔ مثلاً برادران شیعہ و شافعی وغیرہ کے قانون کے اہم فرق کو بھی ظاہر کردیا ہے۔ برادران شیعہ کے قانون کے متعلق ہم نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ شرائع الاسلام کے حوالہ سے تحریر کیا ہے جو فقہ کی مشہور کتاب ہے۔

کتاب ہٰذا کے پہلے ۵ باب قانون وقف علی الاولاد اور نیز دیگر قسم کے اوقاف سے کم و بیش یکساں طور پر متعلق ہیں۔ اور بقیہ باب خصوصیت سے محض قانون وقف علی الاولاد ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ دفعات محض بغرض آسانی دیدی گئی ہیں اصل قانون اسلام دفعات پر منقسم نہیں ہے،

۲۔ تعریفات وغیرہ

دفعہ ۱۔ "وقف" سے مراد کسی ایسے شخص کا۔ جو پیرو مذہب اسلام ہو کسی جائداد کو۔ کسی ایسی غرض کے لئے۔ جو بروئے شرع محمدی۔ صالح۔ یا خیراتی تسلیم کی جاتی ہو۔ دواماً فی سبیل اللہ نذر کردینے کے ہیں،

نوٹ۔ یہ تعریف ایکٹ نمبر ۶ ۱۹۱۳ء کی ہے۔ اور اب اسی کو وقف کی تعریف سمجھنا چاہیئے۔ لیکن ہم اسی کے ساتھ حضرت امام ابو یوسفؒ کی تعریف بھی درج کرتے ہیں کیونکہ فرقۂ اہل سُنت و الجماعت کے لیئے وہ بالاتفاق صحیح تعریف ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک "وقف کسی چیز کو معنوی طور پر خدا کی ملکیت میں اس طرح دیدینے کے ہیں کہ اُس کا منافع بنی نوع انسان کے فائدے کے لیئے صرف کیا جاسکے۔ منشاء کے لحاظ سے اِن دونوں تعریفات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ الفاظ کا فرق ضرور موجود ہے۔

شرائع الاسلام کے مطابق۔ قانون شیعہ میں وقف ایک معاہدہ ہے جس کا اثر اصلی چیز (جائداد) کو روک دینا اور اُس کے حاصل (منافع) کو چھوڑ دینے کے ہیں فقہ حنفی کے نزدیک جائداد موقوفہ خدا کی ملکیت ہوجاتی ہے۔ لیکن شرائع الاسلام کے مطابق موقوف علیہم اُس کے مالک ہوجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ وقف میں موقوف علیہم اپنی زندگی تک کے لیئے جائداد موقوفہ کو منتقل کرنے کے مجاز ہیں۔

دفعہ ۲۔ "حنفی مسلمان" سے مُراد ایسے پیرو مذہب اسلام سے ہے جو شرع اسلامی کے فرقۂ حنفیہ کے عقائد و اصول کا پابند ہو،

نوٹ۔ یہ تعریف بھی ایکٹ نمبر ۶ ۱۹۱۳ء سے لی گئی ہے۔ ہندوستان میں بلکہ تمام اسلامی دُنیا میں حنفی مسلمانوں کی تعداد بہ نسبت مسلمانان اہل سنّت و الجماعت کے دیگر فرقوں کے بہت زیادہ ہے۔ مسلمانان اہل سنّت و الجماعت کے دوسرے فرقہ یہ ہیں۔ حنبلی۔ شافعی مالکی۔

دفعہ ۳۔ اگر کوئی مالک جائداد یہ اعلان کرے کہ میں نے اس جائداد کو بطور صدقہ یا خیرات وقف کردیا ہے تو اُس کو "واقف" یا "بانیٔ وقف" کہتے ہیں،

دفعہ ۴۔ اگر وقف چند مخصوص افراد یا کسی جماعت کو فائدہ پہونچانے کی غرض سے کیا جائے تو اُن افراد یا جماعت کو موقوف علیہ یا موقوف علیہم کہتے ہیں۔

دفعہ ۵۔ اگر وقف کا اعلان کسی تحریر کے ذریعہ سے کیا جائے تو اُس کو "وقف نامہ"

کہتے ہیں

دفعہ ۶ - اگر وقف اس شرط کے ساتھ کیا جائے کہ وہ واقف کی وفات کے بعد نفاذ پذیر ہو۔ تو ایسے وقف کو "**وقف بالوصیت**" کہتے ہیں،

دفعہ ۷ - جو شخص اغراض وقف کے پورا کرنے اور واقف کی ہدایات کے مطابق وقف پر عملدرآمد کرنے کے لئے مقرر کیا جائے اس کو "**متولی**" کہتے ہیں،

دفعہ ۸ - "**مشاع**" کسی جائداد کے غیر منقسمہ حصہ کو کہتے ہیں۔

نوٹ - مشاع ہمیشہ کسی ایسی جائداد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ حصہ دار ہوں - اگر کسی جائداد میں دو مشترکہ حصہ دار ہوں تو جب تک اُن کے حصے تقسیم ہو کر علیحدہ علیحدہ نہ ہو جائیں۔ اُس جائداد کو مشاع یعنی غیر منقسمہ ہی کہیں گے۔ خواہ وہ حصے یا وہ جائداد قابلِ تقسیم ہو یا نا قابلِ تقسیم۔ مکان - دوکان - اراضیات وغیرہ قابلِ تقسیم حصوں کی مثالیں ہیں۔ زینہ - حمّام وغیرہ نا قابلِ تقسیم حصوں کی مثالیں ہیں،

دفعہ ۹ - "**صدقہ**" اگر ہبہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کیا جائے تو اُس کو صدقہ کہتے ہیں۔ صدقہ کی تمام قانونی خصوصیات مثل ہبہ کے ہیں بجز اس کے کہ صدقہ میں تین خصوصیات زائد ہوتی ہیں یعنی (۱) حصول ثواب کی نیت (۲) وہ نا قابلِ منسوخی ہوتا ہے (۳) اور اُس کا صراحتاً قبول کرنا لازمی نہیں،

نوٹ - یہ تو صدقہ کی قانونی تعریف ہے - لیکن صدقہ اور وقف میں اس قدر مشابہت ہے کہ اس کی وضاحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے - روزمرّہ کی گفتگو میں یہ خیرات کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اِس کے معنی بہت وسیع ہیں۔ صدقہ کے لغوی معنی کارِ خیر کے ہیں - قانونی زبان میں اس کے معنی ہیں کوئی چیز خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے کسی کو دیدینا۔ کسی چیز کو "تحفۃً" یا بطور ہدیہ دیدینا عام اصطلاح میں ہبہ کہلاتا ہے لیکن ہبہ یا ہدیہ میں کوئی دینی غرض یا خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت

شامل نہیں ہوتی - برخلاف اس کے صدقہ میں یہ نیت شامل ہوتی ہے - اگر وقف کی تمام شرائط پوری ہوتی ہوں اور بجائے وقف کے لفظ صدقہ استعمال کیا جائے تو کافی ہوگا۔ صدقہ کا مفہوم حسب ذیل مثالوں سے بخوبی واضح ہو جائے گا،

(۱) کسی کے ساتھ اخلاق اور خندہ پیشانی سے گفتگو کر لینا بھی ایک قسم کا صدقہ ہے،

(۲) کسی معذور و مجبور شخص کا کام کر دینا بھی صدقہ میں داخل ہے،

(۳) اپنے خاندان کے لئے ذرائع معاش مہیا کر دینا اور اُن کو دوسروں کا محتاج ہونے سے مستغنی کر دینا مساکین کو خیرات دینے سے افضل تر ہے،

(۴) جو شخص اپنے اہل خاندان اور اعزا کو اس نیت سے عطا کرتا ہے کہ اس کو خدا کی خوشنودی حاصل ہو - تو یہ صدقہ ہے، حالانکہ اس نے محتاجوں کو نہیں بلکہ اپنوں کو دیا،

(۵) بلحاظ اجر افضل ترین وہ صدقہ ہے جو کوئی اپنے خاندان کو دیتا ہے،

(۶) مساکین کو دینے سے ایک خیرات کا صلہ ملتا ہے - لیکن اپنے اقرباء کو دینے سے دُگنا اجر ملتا ہے،

(۷) خیرات دینا اُن لوگوں سے شروع کرو جو تم سے وابستہ ہیں اور تمہاری زیر پرورش ہیں،

(۸) ایک مسلمان آنحضرت صلعم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم میرے پاس ایک دینار ہے میں اس کو کس مصرف میں لاؤں، آپ نے ارشاد فرمایا - کہ تو اس سے اپنی ضروریات پوری کر۔ اس نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار اور ہے - آپ نے فرمایا کہ اپنے خاندان والوں کی ضروریات میں اس کو کام میں لا - اس نے پھر عرض کیا کہ یا رسول خدا (صلعم) ایک اور دینار بھی میرے پاس موجود ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو مساکین میں خیرات کر دے،

الغرض ہر وہ نیک کام جو خدا کی خوشنودی کی غرض سے کیا جائے صدقہ میں داخل ہے - ہمارا مدعا صدقہ کے معنی کی وضاحت کرنا تھا، لیکن اسی سلسلہ میں ہم نے بعض اقوال جو خود آنحضرت (صلعم) کے ارشادات مبارک پر مبنی ہیں - اس جگہ درج کر دینے مناسب سمجھے تاکہ آپ کو وقف علی الاولاد کی اہمیت معلوم ہو - ان اقوال سے - جو روئے زمین کے مسلمانوں کے لئے شمع ہدایت ہیں یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے اور اپنے اقرباء کے لئے وقف کرنا افضل ترین صدقہ اور کار خیر ہے،

باب دوم

وقف کے متعلق ابتدائی شرائط

۱۔ کون شخص وقف کرسکتا ہے؟

دفعہ ۱۔ ہر وہ مسلمان۔ جو بالغ اور صحیح العقل اور مالک جائداد ہو۔ اپنی جائداد وقف کرنے کا مجاز ہے،

نوٹ۔ شرعی مسئلہ ہے کہ جو لوگ ہبہ کرسکتے ہیں وہی وقف بھی کرسکتے ہیں یعنی یہ کہ واقف آزاد ہو (غلام نہ ہو) صحیح العقل ہو اور بالغ ہو۔ یعنی اُس عُمر تک پہونچ چکا ہو جس عمر تک پہونچنے کے بعد یہ قیاس کیا جاسکے کہ وہ اپنے افعال کی نوعیت اور اُن کے نتائج کو بخوبی سمجھ سکتا ہے = غلامی کا تو یہاں کوئی تعلق نہیں۔ اب رہا بلوغیت کا مسئلہ۔ شرعاً ہر وہ شخص بالغ سمجھا جاتا ہے جس میں آثار بلوغیت ظاہر ہو جائیں۔ اور علامات بلوغیت ظاہر ہو جانے کے بعد یہ قیاس کرلیا جاتا ہے کہ اُس میں اپنے بُرے بھلے افعال کے سمجھنے کی اہلیت پیدا ہوگئی ہے۔ یہاں اکثر لڑکیاں اوسطاً ۱۴ سال کی عُمر کے پہونچنے تک بالغ ہو جاتی ہیں اور لڑکے ۱۸ سال کی عُمر سے پہلے بالغ ہو جاتے ہیں اور یہ بہت کچھ آب ہوا اور بچوں کی نشو ونما پر منحصر ہے۔ انگریزی قانون کی رو سے شادی۔ مہر۔ اور طلاق کے لیے تو شرعاً بالغ ہو جانا کافی مان لیا گیا ہے۔ لیکن وقف کے لئے وہی بالغ مانا جائے گا جس کی عُمر انگریزی قانون کے مطابق سن بلوغیت کو پہونچ چکی ہو۔ انگریزی قانون (ایکٹ نمبر ۹ ۱۸۷۵ء) کے مطابق سن بلوغ کی عُمر مرد اور عورت دونوں کے لئے معمولی حالتوں میں ۱۸ سال کی مانی جاتی ہے۔ اور اگر کسی شخص کا عدالت کی جانب سے کوئی ولی (مطابق ایکٹ نمبر ۸ ۱۸۹۰ء) مقرر ہو چکا ہو۔ یا کسی کی جائداد زیر انتظام کورٹ آف وارڈس رہ چکی ہو۔ تو وہ ۲۱ سال کی عُمر کے پورے ہو جانے پر بالغ مانا جائے گا۔ یہ ضروری نہیں کہ ولی مقرر کردہ

عدالت آخر وقت تک ولی رہ چکا ہو۔ نہ یہ ضروری ہے کہ کسی کی جائداد آخر زمانہ تک کورٹ آف وارڈس کے زیر انتظام رہی ہو۔ صرف ایک دفعہ۔ خواہ کتنے ہی کم زمانہ کے لئے ہو۔ ایسا ہونا کافی ہے۔ عدالت کی جانب سے ولی مقرر ہونے کے متعلق بھی عوام میں اکثر غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ بروئے قانون نابالغ کے خلاف نالش دائر کرنے کے وقت نابالغ کے لئے منجانب مدعی کسی ولی کا مقرر کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی نالش نابالغ کی جانب سے دائر کی جائے تو نابالغ کا کوئی ہمدرد یا عزیز اُس کا ولی بن کر نالش دائر کر سکتا ہے۔ اِن دونوں صورتوں میں بلوغیت کی عمر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ صرف اُس ولی کے مقرر ہو جانے سے بلوغیت کی عمر ۲۱ سال تک بڑھ جاتی ہے جو صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر کی عدالت میں زیر ایکٹ نمبر ۸ سنہ ۱۸۹۰ء درخواست دینے سے مقرر ہوا کرتے ہیں،

اگر کوئی شخص نابالغی کے زمانہ میں وقف کرے لیکن بعد بالغ ہونے کے وہ اُس کی تصدیق کرے اور اُس کو صحیح تسلیم کرلے تو وقف مکمل اور نافذ رہے گا۔ مگر اُس کو اختیار ہے کہ وہ بالغ ہونے پر اُس کو منسوخ کردے۔ مختصر یہ کہ جو شرائط معاہدہ مکمل ہونے کے لئے ضروری ہیں وہی وقف کرنے کے وقت ہونی چاہئیں،

دفعہ ۱۱۔ (۱) اگر وقف کرنے کے وقت واقف مقروض نہ ہو۔ یا اگر مقروض ہو۔ اور علاوہ جائداد موقوفہ کے اُس کے پاس کافی جائداد قرضہ کی ادائیگی کے لئے موجود ہو۔ تو وقف جائز ہوگا اور واقف کے قرضخواہان جائداد موقوفہ کے خلاف کسی قانونی کارروائی کرنے کے مجاز نہ ہوں گے۔ لیکن

(۲) اگر واقف وقف کرنے کے وقت مقروض ہو۔ اور بجز جائداد موقوفہ کے اور کوئی جائداد اُس کے پاس قرضہ کی ادائیگی کے لئے نہ ہو۔ تو وقف ناجائز ہوگا۔ اور ہر قرضخواہ اس کو منسوخ کرا دینے کا مجاز ہے،

نوٹ۔ اس کے متعلق زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص مقروض ہو اور جس کے پاس بجز ایک مکان کے اور کوئی ذریعہ ادائیگی قرضہ کا نہ ہو۔ اور وہ اُسی مکان کو

وقف کردے۔ تو اُس کی نیّت بجز اس کے اور کچھ نہیں سمجھی جا سکتی کہ وہ قرضہ کو مارنا چاہتا ہے۔ لیکن حنفی مسلمان کے لیئے جائز ہے کہ وہ تابع قرضہ۔ قرضہ کی ادائیگی کے لیئے جائداد وقف کردے،

قانون انتقال جائداد کی دفعہ ۵۳ کا اصول اور منشا اوقاف پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ دیوالیہ (انسالونٹ) قرار دیئے جانے کے بعد۔ کوئی شخص اپنی جائداد وقف نہیں کر سکتا، کیونکہ دیوالیہ جائداد کا مالک ہی نہیں رہتا۔ دیوالیہ کی جائداد قرضخواہان میں تقسیم کرنے کی غرض سے رسیور کے حوالہ کردی جاتی ہے۔

برادران شیعہ کے اور نیز دیگر فرقوں کے قانون کے مطابق خود واقف اپنے لیئے کوئی منافع جائداد موقوفہ سے نہیں لے سکتا یعنی خود موقوف علیہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے اگر واقف بعد وقف کردینے کے مقروض ہو جائے تو جائداد موقوفہ یا اُس کے منافع سے قرضخواہ کوئی تعرض نہیں کر سکتا۔

دفعہ ۱۲ (۱) اگر کوئی شخص دوران مرض الموت میں اپنی جائداد وقف کرے تو وقف اُس کی جائداد کے صرف ⅓ حصہ تک جائز اور قابلِ نفاذ ہوگا۔

(۲) اگر وقف کسی غیر وارث کے حق میں ہے۔ اور صرف ⅓ جائداد کا ہے۔ تو وہ ہر حالت میں جائز اور قابلِ نفاذ ہوگا۔ لیکن

(۳) اگر وقف کسی غیر وارث کے حق میں ہے۔ اور واقف کی ⅓ حصہ جائداد سے زائد کا ہے۔ تو وہ صرف ⅓ حصہ تک جائز رہے گا۔ ⅓ حصہ سے زائد اُس وقت جائز رہے گا جب کہ واقف کے ورثا، واقف کی وفات پر زائد حصہ کے لیئے رضامندی دیدیں۔ لیکن

(۴) اگر وقف کسی وارث کے حق میں ہے۔ خواہ واقف کی جائداد کے ⅓ حصہ تک کیا گیا ہو یا زائد۔ تو وہ کسی حصہ کے متعلق بھی جائز نہ ہوگا۔ تا وقتیکہ بقیہ ورثا، واقف کی وفات پر اُس کے متعلق اپنی رضامندی نہ دیدیں۔

تشریح نمبر ۱۔ یہ امر کہ واقف کا وارث کون ہے یا کون نہیں ہے واقف کی وفات پر طے ہونا

چاہیئے نہ کہ پیشتر۔

تشریح نمبر۲۔ "مرض الموت" وہ مرض ہے جو مریض کے دل میں موت کا اندیشہ پیدا کر دے۔ اور جس میں بالآخر اس کی موت واقع ہو جائے۔

نوٹ۔ (۱) "مرض الموت" کی صراحت پہلے ہی کر دینا مناسب معلوم ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ کسی قدر مشکل ہے۔ روزمرہ کی گفتگو میں تو مرض الموت کے یہ معنی سمجھے جائیں گے کہ جس مرض میں مریض فوت ہو جائے۔ لیکن اس معنی میں اور قانونی معنی میں کسی قدر فرق ہے۔ اور کسی مرض کو قانون میں مرض الموت قرار دینے کے لیے چند شرائط ہیں اور وہ مختصراً یہ ہیں۔ "مرض الموت" کسی ایسے سخت مرض کو کہتے ہیں (۱) جس کی وجہ سے موت کا واقع ہونا اغلب ہو (۲) اور خود مریض کے دل میں بھی اسی مرض سے مرجانے کا اندیشہ پیدا ہو چکا ہو۔ اور (۳) درحقیقت اسی مرض سے موت واقع بھی ہو جائے۔ اس کا اصلی جزو یہ ہے کہ مریض کے دل میں مرجانے کا اندیشہ پیدا ہو چکا ہو۔ اگر مرض کی نوعیت خطرناک ہے۔ اور ایسے علامات ظاہر ہو چکے ہوں جن سے کسی معمولی سمجھ رکھنے والے شخص کے دل میں مرجانے کے قوی امکانات پیدا ہو جانے ممکن ہوں تو وہ مرض الموت کہا جائے گا بشرطیکہ مریض کا خاتمہ اسی مرض میں ہو جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی مرض میں اس قدر طویل زمانہ تک مبتلا رہے کہ وہ مرض اس کی جسمانی حالت کا معمولی جزو ہو جائے۔ یا مرض اس قدر آہستہ آہستہ ترقی کر رہا ہو کہ بظاہر محسوس بھی نہ ہوتا ہو۔ تو اس نوعیت کا مرض "مرض الموت" میں شمار نہ ہوگا۔ خواہ کسی زمانہ میں وہی مرض موت کا باعث ہو جائے۔ وجہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں مریض کے دل میں موت کے اندیشہ کا پیدا ہونا قرین قیاس نہ ہوگا۔ ہاں جس وقت بھی مرض خطرناک صورت اختیار کرے گا اور مریض کے دل میں اندیشہ پیدا ہو جائے گا تو وہ مرض الموت ہو جائے گا۔ الغرض مذکورہ بالا شرائط کا پورا ہونا مرض الموت قرار دینے کے لئے ضروری ہے۔ چونکہ ہر معاملہ کی حالت جدا ہوتی ہے اس لئے محض اصول تحریر کر دیا گیا۔

(۲) یہ طے ہو جانے کے بعد کہ "مرض الموت" میں وقف کیا گیا ہے۔ اس پر بالکل اسی قانون کا اطلاق ہوگا جو وقف بالوصیت کے لئے ہے۔ یعنی اگر غیر وارث (خواہ رشتہ دار ہو) کے حق میں ہے اور واقف کی کل جائداد کے ⅓ حصہ تک ہے تو جائز ہوگا۔ اس سے زائد کیلئے

ورثار کی رضامندی لازمی ہے۔ مگر یہ رضامندی واقف کی وفات پر ہونی چاہیئے۔ یہ امر بھی کہ کون وارث ہے۔ واقف کی وفات ہی پر طے ہونا چاہیئے۔ اگر وقف وارث کے حق میں ہے۔ خواہ ⅓ یا اِس سے کم یا زائد۔ تو ہر حال میں ورثار کی رضامندی بعد وفات مورث ضروری ہے۔ وقف کے وقت کی رضامندی اس وجہ سے بیکار ہوگی کہ ورثار کو مورث کی زندگی میں ترکہ میں حق ہی نہیں تو رضامندی کیسی؟

(۳) ورثار کی رضامندی تحریری بھی ہوسکتی ہے اور وہ اپنے طرز عمل سے بھی رضامندی کا اظہار کرسکتے ہیں،

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جس حالت میں ورثار کی رضامندی ضروری ہو اور چند ورثار رضامند ہوجائیں اور بقیہ۔ رضامند نہ ہوں تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو وارث رضامند ہوجائے گا بقدر اُس کے حصّہ کے وقف جائز رہے گا۔ اور بقیہ ناجائز۔ مثلاً

مثال ۱ زید کے ایک پسر بکر ہے۔ اور بکر کا پسر عمر ہے۔ زید کی زوجہ حمیدہ بھی موجود ہے۔

زید مرض الموت میں مُبتلا ہے۔ اُسی دوران میں اُس نے اپنی تمام جائداد عمر کے لئے وقف کردی۔ اِس کے بعد بکر مر گیا۔ اور بکر کے بعد زید بھی مر گیا۔ کیا یہ وقف جائز ہے اور کس حد تک؟

دیکھیئے۔ وقف کرنے کے وقت زید کا پسر بکر زندہ تھا اور بظاہر وہی وارث ہوتا لیکن چونکہ بکر زید سے پیشتر مر گیا اس لئے عمر زید کی وفات پر زید کا وارث ہوا۔ وقف کے وقت تو معلوم ہوتا تھا کہ وقف غیر وارث کے حق میں ہے۔ لیکن زید کی وفات پر معلوم ہوا کہ عمر وارث ہے۔ پس چونکہ وقف زائد از ⅓ حصّہ (یعنی کل جائداد) کا ہے۔ اور وارث کے حق میں ہے۔ اِس لئے بقدر حصّہ حمیدہ یعنی (⅛) ناجائز ہے۔ اگر حمیدہ رضامندی دیدے تو ⅛ حصّہ کا بھی جائز ہوجائے گا۔

مثال ۲ احمد نے اپنی کُل جائداد کے ⅓ حصّہ کو مرض الموت کے دوران میں بحق حمید وقف کردیا۔ حمید غیر وارث ہے،

احمد مر گیا۔ اور اُس نے ایک پسر۔ ایک دُختر۔ اور ایک بیوہ اپنے ورثار چھوڑے۔ حمید چونکہ

غیر وارث ہے اس لئے وقف بقدر ۱/۳ حصہ بلا کسی کی رضامندی کے جائز ہے۔ بقیہ ۱/۳ کے جائز ہونے کے لئے مذکورہ بالا ورثار کی رضامندی ضروری ہے۔

فرض کیجئے کہ ترکہ احمد ۲۴ سہام قرار پایا جن میں سے پسر کے (۱۴) دختر کے (۷) اور بیوہ کے (۳) سہام ہوئے۔ اس ۱/۳ سے زائد یعنی ۱/۳ کے بھی ۲۴ سہام فرض کر لیجئے۔ اس زائد ۱/۳ کے لئے صرف احمد کا پسر رضامند ہے۔ اس لئے اس زائد ۱/۳ حصہ میں سے وقف بقدر ۱۴/۲۴ سہام جائز رہے گا۔ اور بقدر ۱۰/۲۴ ناجائز ہوگا۔ کیونکہ دختر اور بیوہ نے رضامندی نہیں دی اور یہ بطور ترکہ اُن کو مل جائے گا۔

واضح رہے کہ متوفی واقف کے قرضہ جات کی ادائیگی اور اخراجات تجہیز و تکفین کے بعد جو جائداد بچتی ہے اسی پر حساب لگایا جاتا ہے،

"مرض الموت" کے دوران میں کئے ہوئے وقف کے متعلق برادرانِ شیعہ کا قانون یہ ہے کہ اگر واقف کا صاف منشا رپایا جائے کہ وہ قبضہ منتقل کرنے پر آمادہ ہے تو تمام جائداد کے متعلق وقف جائز ہوگا۔ بشرطیکہ ورثار بھی رضامند ہو جائیں۔ اور یہ رضامندی خواہ وقف کرنے کے وقت خواہ بعد میں حاصل کر لی جائے۔ دونوں حالتوں میں رضامندی درست ہوگی۔ ورثار رضامند نہ ہوں تو وقف ۱/۳ حصہ جائداد کے متعلق جائز رہے گا۔ وارث اور غیر وارث کی کوئی قید نہیں ہے۔ اگر وقف محض کل جائداد کے ۱/۳ حصہ ہی کی بابتہ کیا جائے تو بہر حال جائز ہے،

فرقہ مالکی کے نزدیک وارث کے حق میں مرض الموت کے دوران میں اگر وقف کیا جائے تو باطل ہے۔

مختصر یہ کہ "مرض الموت" کے دوران میں کئے ہوئے وقف پر "وقف بالوصیت" کی تمام شرائط متعلق ہیں۔ دونوں میں صرف یہ فرق ہے کہ "مرض الموت" کے دوران میں تو واقف یہ خیال لئے ہوئے وقف کرتا ہے کہ یہ وقف میں اپنی زندگی ہی میں نافذ ہونے کے لئے کر رہا ہوں۔ حالانکہ قانوناً اس پر اطلاق وقف بالوصیت کی شرائط کا ہوتا ہے۔ اور "وقف بالوصیت" پہلے ہی سے اس ارادہ سے کیا جاتا ہے کہ وہ واقف کے مرجانے کے بعد نفاذ پذیر ہوگا،

۲۔ وقف بالوصیت

دفعہ ۱۳۔ اگر وقف اس ہدایت کے ساتھ کیا جائے کہ وہ واقف کی وفات کے بعد قابلِ نفاذ ہوگا۔ تو اُس کو "وقف بالوصیت" کہتے ہیں،

نوٹ۔ دفعہ ۱۲ کے نوٹ میں ہم ظاہر کر چکے ہیں کہ نتیجہ کے لحاظ سے "وقف بالوصیت" اور وہ وقف جو دورانِ "مرض الموت" میں کیا جائے۔ تقریباً یکساں ہیں۔ دونوں کا فرق بھی ہم نے مذکورہ بالا نوٹ میں تحریر کر دیا۔ اس لئے اس جگہ دہرانا فضول معلوم ہوتا ہے۔ صرف بلحاظ موقعہ دونوں قسم کے وقف مختلف ہیں۔ وقف بالوصیت" میں یہ خصوصیت بے شک زیادہ ہے کہ واقف اپنی وفات سے پیشتر جب چاہے اُس کو منسوخ کرنے کا مجاز و مختار ہے کیونکہ وقف واقف کی زندگی میں مکمل ہی نہیں ہوتا لیکن معمولی اوقاف مکمل ہو جانے کے بعد کسی حالت میں منسوخ نہیں ہو سکتے۔

"**وصیت بالوقف**" یہ مسئلہ محض برادران شیعہ کے متعلق ہے۔ یعنی اگر کوئی شیعہ اپنے ورثار کو یہ ہدایت کرے کہ تم میری وفات کے بعد میری فلاں جائداد کو وقف کر دینا تو اس ہدایت کو "وقف بالوصیت" کہیں گے۔ لیکن اس ہدایت کے مطابق جو وقف کیا جائے گا وہ واقف کی صرف ⅓ جائداد تک جائز رہے گا۔ معمولی "وقف بالوصیت" اور اس قسم کے وقف میں صرف اس قدر فرق ہے کہ وقف بالوصیت میں تو اُس جائداد کا لحاظ کیا جاتا ہے جو وقف کرنے کے وقت واقف کی ملکیت تھی۔ اور اس میں (وصیت بالوقف میں) اُس جائداد کا لحاظ کیا جاتا ہے جو واقف کے مرنے کے بعد اُس کی متروکہ موجود ہو۔ فرض کیجئے کہ وصیت بالوقف کے وقت وہ صرف ایک لاکھ کی جائداد کا مالک تھا لیکن وفات کے وقت اُس نے دو لاکھ کی جائداد اپنی ملکیت چھوڑی۔ تو دو لاکھ مالیتی جائداد میں سے ⅓ کے متعلق وقف کیا جانا چاہیے،

———۔۔×۔۔———

۳۔ وقف قائم کرنے کا طریقہ

دفعہ ۱۴۔ وقف قائم کرنے کے لئے کسی خاص لفظ یا فقرہ کا استعمال کرنا لازمی نہیں۔ بلکہ جن الفاظ یا جس عبارت سے صاف طور پر وقف کرنے کی نیت کا اظہار ہو سکے وہی اعلان وقف کے لئے کافی ہیں۔ لفظ "وقف" کا استعمال بھی لازمی نہیں اور اگر لفظ "وقف" استعمال کیا جائے تو وہی کافی ہے،

وقف قائم کرنے کے لئے تحریر کا ہونا بھی لازمی نہیں محض زبانی اعلان کرنے سے وقف قائم ہو جاتا ہے۔

نوٹ۔ اوقاف قائم کرنے کے لئے مخصوص الفاظ یا مخصوص عبارت کے ادا کرنے یا تحریر کرنے قانوناً لازمی نہیں ہیں۔ البتہ خواہ زبانی اعلان کیا جائے یا وقف نامہ تحریر کیا جائے مضمون سے وقف کرنے کی نیت کا ظاہر ہونا ضروری ہے۔ البتہ نیت کے اظہار کے لئے کچھ مناسب الفاظ ادا کرنے کی ضرورت بیشک رہتی ہے۔ لہٰذا جن الفاظ سے یہ ظاہر ہو کہ واقف کی نیت وقف کرنے کی ہے۔ وہی الفاظ اعلان وقف کے لئے کافی سمجھے جائیں گے۔ چونکہ فی زمانہ تمام اوقاف بذریعہ تحریر کئے جاتے ہیں اور بہتر طریقہ بھی یہی ہے۔ اس لئے زبانی اعلان کے لئے زیادہ بحث کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ الغرض اگر تمام مضمون کو یکجائی لیتے ہوئے صاف طور سے وقف کرنے کا منشا ظاہر ہوتا ہو تو کسی مخصوص لفظ یا عبارت کی موجودگی یا عدم موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر الفاظ "وقف" "صدقہ موقوفہ" وغیرہ استعمال کئے جائیں تو اور کسی عبارت کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور اگر مزید صراحت کر دی جائے تو نقصان نہیں۔ محض اعلان وقف کر دینے سے وقف قائم ہو جاتا ہے یا نہیں اس کے متعلق دفعہ ۱۵ میں مفصل بحث کی جائے گی۔ دفعہ ہذا اور دفعہ ۱۵۔ ایک ساتھ پڑھنی چاہیئیں،

۴۔ وقف کب مکمّل ہوجاتا ہے

دفعہ ۱۵۔ (۱) بقول حضرت امام ابو یوسف رح۔ وقف کا اعلان ہوتے ہی وہ مکمّل اور نافذ ہو جاتا ہے۔ اور واقف کی ملکیت معدوم ہو جاتی ہے،

(۲) بقول حضرت امام محمد رح۔ وقف کے مکمّل اور نافذ ہونے کے لئے تین شرائط کا ہونا لازمی ہے۔ یعنی (الف) اعلان وقف (ب) متولّی کا تقرّر اور (ج) متولّی کو جائداد موقوفہ پر قابض کر دینا۔

ضروری نوٹ۔ یہ دفعہ قابلِ توجہ ہے۔ کیونکہ وقف کے تکمّل ہونے کے متعلّق حنفی مسلمانوں کے دو مشہور فقہا میں اصولی اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رح کے نزدیک تو وقف کے مکمّل کرنے کے لئے محض اعلان (یا تحریر) وقف نامہ ہی کافی ہے۔ اور اعلان کا قانونی اثر یہ ہوتا ہے کہ جائداد موقوفہ میں واقف کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن حضرت امام محمد رح کی رائے میں وقف کو مکمّل کرنے کے لئے علاوہ اعلانِ وقف کے متولّی کا تقرّر اور اس کو قابض کر دینا بھی ضروری ہے۔ اُن کی رائے میں ان تینوں شرائط میں سے اگر ایک بھی پوری ہونے سے رہ جائے گی تو وقف قائم نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف رح کی رائے پر متفقہ فتویٰ ہے کہ وہی صحیح ہے۔ چنانچہ تمام اسلامی دُنیا میں حضرت امام ابو یوسف رح کی رائے پر عمل درآمد ہوتا چلا آیا ہے نیز اُن کی رائے کے صحیح ہونے کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کی رائے مبارک کے مطابق ہے۔ آپ کے جس ارشاد پر وقف کا مسئلہ مبنی ہے اُس میں کوئی شرط تقرر ولی یا ولی کو قبضہ دینے کے متعلّق نہ تھی [دیکھئے باب دوم کا جزو (۲)] دونوں کی آراء کا فرق حسب ذیل مثال سے واضح ہو جائے گا،

فرض کیجئے کہ محمود نے وقف نامہ تحریر و تکمیل کر دیا۔ اور وقف نامہ میں متولّی کو

نامزد کردیا۔ لیکن متولی کو قبضہ نہیں دیا۔ نہ جائداد موقوفہ کا دو سال تک بھی وقف داخل خارج کرایا۔ اور محمود آمدنی بھی حسب مرضی صرف کرتا رہا۔ یہ وقف حضرت امام ابویوسف رح کے نزدیک بالکل جائز اور قابلِ نفاذ ہے۔ اور موقوف علیہم مجاز ہیں کہ نالش دائر کرکے متولی کو قبضہ دلادیں اور آمدنی وصول کرلیں۔ بہ الفاظ دیگر بذریعہ نالش وقف کا عمل درآمد کرایا جاسکتا ہے۔ لیکن بقول حضرت امام محمد رح۔ یہ وقف نامکمل اور ناقابلِ نفاذ ہے۔ کیونکہ اگرچہ اعلان بھی ہوگیا۔ اور متولی بھی نامزد ہوچکا۔ لیکن متولی کو قبضہ نہیں دیا گیا۔ پس اگر وقف پر عمل درآمد کرانے کے لئے کوئی نالش کی جائے گی تو وہ خارج ہوگی۔

الہ آباد ہائیکورٹ نے بھی حضرت امام محمد رح کی رائے کو صحیح مانتے ہوئے یہ قرار دیدیا ہے کہ اعلانِ وقف کے علاوہ متولی کا تقرر اور اُس کو قبضہ دینا بھی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔ [دیکھو۔ انڈین لا رپورٹ۔ الہ آباد۔ جلد ۱۵ صفحہ ۳۲۱ سنہ ۱۸۹۳ء۔ و الہ آباد لا جرنل۔ جلد ۲۵۔ صفحہ ۲۹۹۔ محمد شفیع بنام عبدالعزیز وغیرہ سنہ ۱۹۲۷ء]

گویا الہ آباد ہائی کورٹ کی جو رائے سنہ ۱۸۹۳ء میں تھی وہی اب تک ہے۔ علامہ سید امیر علی صاحب مرحوم و مغفور نے تمام فقہ کی کتابوں کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ بجز چند اہلِ بخارا کے۔ تمام دُنیائے اسلام میں بشمول فرقہ۔ مالکی۔ شافعی و حنبلی حضرت امام ابویوسف رح کی رائے پر عملدرآمد ہوتا رہا ہے۔ اور اُن کی ہی رائے صحیح ہے،

ہمارے نزدیک جب تک الہ آباد کی نظیر قائم ہے۔ صوبہ متحدہ کے باشندوں کو اُسی کی پیروی کرنی ضروری ہے یعنی وقف نامہ تحریر کرنے کے علاوہ متولی کا تقرر اور اُس کو قابض کردینا بھی چاہیئے،

اس سلسلہ میں قبضہ کا سوال بھی اہم ہوجاتا ہے۔ قبضہ سے یہ مطلب نہیں ہے کہ واقف کا واقعی قبضہ ہونا ضروری ہے۔ بلکہ جس نوعیت کا قبضہ واقف کا بوقت تحریر وقف نامہ ہو اُسی نوعیت کا قبضہ متولی کو دیا جاسکتا ہے۔ فرض کیجے کہ مکان وقف کیا گیا جس میں کرایہ دار آباد ہے۔ وقف کرنے کے بعد کرایہ دار کو یہ نوٹس دیدینا کہ مکان وقف ہوچکا ہے اور تم فلاں متولی کو کرایہ ادا کیا کرو۔ کافی ہے۔ اگر واقف خود ہی متولی ہو تو قبضہ اُسی کا رہے گا۔ لیکن محض قبضہ کی نوعیت بدل جائے گی۔ مثلاً اگر اراضی

زرعی وقف کی گئی ہے اور واقف خود ہی متولی ہو۔ تو وہ ملکیت کے خانہ سے اپنا نام خارج کرا کے متولیانہ طور پر بحق وقف داخل خارج کرائے گا۔ گویا جائداد وقف کی ملکیت تحریر ہوگی اور اس کا نام بطور متولی درج ہوگا۔

علاوہ مالکی مسلمانوں کے مسلمانان اہل سنت والجماعت کے تمام فرقے حضرت امام ابو یوسف رح کی رائے کو مانتے ہیں،

شیعہ برادران کے قانون کے مطابق وقف کو مکمل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ قبضہ یا تو متولی کو دیا جائے۔ یا اگر متولی مقرر نہ کیا گیا ہو تو اس موقوف علیہ کو جو بروئے وقف سب سے پہلے مستفید ہونے کا مستحق ہو۔ گویا قبضہ دینے کے بارے میں شیعہ برادران کا قانون حضرت امام محمد رح کی رائے کے مطابق ہے۔

باب سوم

وقف کی قانونی خصوصیات

۱۔ مداومت

دفعہ ۱۶۔ وقف کے جائز ہونے کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ ہمیشہ قائم رہنے کے لئے کیا جائے۔ اگر وقف کسی مقررہ یا محدود زمانہ تک کے لئے کیا جائے گا تو وہ باطل ہوگا،

دفعہ ۱۷۔ کسی وقف کے متعلق جو صراحتاً کسی مقررہ یا محدود زمانہ تک کے لئے نہ کیا گیا ہو۔ یہ قیاس کر لیا جائے گا کہ وہ ہمیشہ قائم رہنے کے لئے کیا گیا ہے۔ بشرطیکہ مضمون سے ایسا منشا ظاہر ہوتا ہو اور کوئی بات اس میں اس کے منافی نہ ہو،

تشریح۔ اس امر کا صراحتاً اظہار کرنا لازمی نہیں ہے کہ وقف ہمیشہ قائم رہنے کے لئے

کیا گیا ہے ،

دفعہ ۱۸ - (۱) اگر کوئی وقف کسی ایسے مقصد کے لئے قائم کیا جائے جو معدوم (ختم) ہونے والا ہو تو ایسا وقف قابل نفاذ ہوگا اور مقصد مذکور کے معدوم ہو جانے کے بعد اُس کی آمدنی حسب منشار قانون مساکین پر صرف کی جائے گی۔ خواہ اِس کی صراحت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ بشرطیکہ ایسا منشار ظاہر ہوتا ہو (قول حضرت امام ابو یوسف رح)

(۲) اگر کوئی وقف کسی ایسے مقصد کے لئے قائم کیا جائے جو معدوم (ختم) ہو جانے والا ہو تو وہ ابتدا ہی سے باطل ہوگا۔ (قول حضرت امام محمد رح)

نوٹ - ان تینوں دفعات کا منشار اس قدر ملتا جلتا ہے کہ اِن کے متعلق یکجائی نوٹ تحریر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ تینوں دفعات ایک ہی سلسلہ میں پڑھنی مناسب ہیں۔

وقف کی اہم ترین قانونی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ قائم رہنے کے لئے کیا جائے۔ کسی محدود یا مقررہ زمانہ تک کے لئے نہ ہونا چاہیئے۔ اگر کسی محدود زمانہ تک کے لئے کیا جائے گا تو دونوں امام صاحبان کے قول کے مطابق باطل ہوگا۔

اگر وقف صراحتاً کسی محدود زمانہ تک کے لئے کیا جائے گا یعنی اگر اعلان یا عبارت ہی سے یہ امر صاف طور پر ظاہر ہوتا ہو کہ کسی خاص مدّت کے بعد وقف ختم ہو جائے گا۔ تو اِس قسم کا وقف باطل ہوگا۔ اِس پر تمام فقہار اہل سنّت والجماعت (بجز حضرت امام مالک رح) متفق ہیں۔ مثال ذیل سے مطلب بخوبی سمجھ میں آجائے گا ،

(۱) فرض کیجئے زید نے یہ الفاظ استعمال کئے۔ "میں اپنے مکان کو اپنی اولاد اور نسل کے لئے ۵۰ سال کے واسطے وقف کرتا ہوں۔ بعد ۵۰ سال کے یہ وقف ختم ہو جائے گا"

(۲) عمر نے اِن الفاظ میں اعلان کیا "میں اپنی فلاں ارضی کو اپنے پسران محمود اور احمد کے لئے صرف اُس زمانہ تک کے لئے وقف کرتا ہوں جب تک کہ وہ دونوں زندہ

رہیں۔ اس کے بعد یہ اراضی محمود اور احمد کے ورثاء کو بطور ترکہ مل جائے گی اور وقف ختم ہو جائے گا"

یہ دونوں اوقاف باطل ہیں۔ کیونکہ دونوں میں صاف الفاظ میں تحریر ہے کہ فلاں وقت کے بعد یہ وقف ختم ہو جائیں گے۔ حالانکہ وقف میں صدقہ جاریہ ہونا چاہیئے،

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ امر کہ وقف ہمیشہ قائم رہے صراحتاً۔ یعنی صاف الفاظ میں تحریر کرنا قانوناً لازمی ہے یا نہیں۔ حضرت امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ تحریر کرنا لازمی نہیں۔ بلکہ جو وقف صراحتاً کسی محدود زمانہ تک کے لئے نہ کیا جائے اس کی بابتہ یہ قیاس کر لیا جائے گا کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ اور جس ابتدائی مقصد کے لئے وہ کیا گیا تھا اس کے معدوم ہو جانے پر اس کی آمدنی مطابق منشاء قانون مساکین پر صرف کی جائے گی۔ خواہ اس کی صراحت نہ کی گئی ہو۔ اور اس طرح وقف ہمیشہ قائم رہے گا،

لیکن حضرت امام ابو حنیفہ رح اور حضرت امام محمد رح کی یہ رائے ہے کہ نہیں محض کسی زمانہ تک محدود نہ ہونے سے یہ قیاس نہیں کر لیا جائے گا کہ وہ مستقل طور سے قائم رہنے کے لئے کیا گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے ان کے نزدیک کوئی ایسا مقصد بھی وقف کے لئے ہونا لازمی ہے جو معدوم ہونے والا نہ ہو۔ یعنی اگر وقف کا ایسا مقصد ہوگا جو کسی نہ کسی زمانہ میں معدوم ہو جانے والا ہو تو وقف باطل ہوگا،

اس کے سمجھنے کے لئے ہم مثال نمبر۲ مذکورہ بالا ترمیم کے ساتھ یہاں درج کرتے ہیں،

عمر نے یہ الفاظ ادا کئے "میں اپنی فلاں اراضی کو اپنے پسران محمود اور احمد کے لئے وقف کرتا ہوں" (بجز اس کے اور کچھ بیان نہ کیا) حضرت امام ابو حنیفہ رح اور حضرت امام محمد کے نزدیک یہ وقف باطل ہے۔ اور وجوہات یہ ہیں کہ (۱) کوئی صراحت نہیں کی گئی کہ ہمیشہ کے لئے ہے اور (۲) نیز مقصد معدوم ہو جانے والا ہے۔ یعنی محمود اور احمد کی وفات کے بعد مقصد معدوم ہو جائے گا،

حضرت امام ابو یوسف رح کی رائے جائز ہونے کے متعلق وجوہات (۱) کیونکہ محدود زمانہ کے متعلق کوئی صراحت نہیں (۲) محمود اور احمد کی وفات کے بعد مطابق منشاء قانون

آمدنی مساکین میں تقسیم کی جائے گی۔ اگرچہ اس کی صراحت موجود نہیں،
الغرض وقف ہمیشہ قائم رہنے کے لئے ہونا چاہیئے۔ حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اس کی صراحت لازمی ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صراحت ضروری نہیں۔ اُن کے نزدیک اگر کسی محدود زمانہ کا الفاظ میں ذکر نہ ہو تو وہ ہمیشہ کے لئے مان لیا جائے گا۔ اسی طرح حضرت امام محمدؒ کے نزدیک کبھی معدوم نہ ہونے والے مقصد کے لئے وقف ہونا چاہیئے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر ابتدائی مقصد معدوم ہوجائے گا تو آمدنی مساکین پر (جو مستقل مقصد ہے) صرف کی جائے گی یا کسی دیگر مستقل مقصد پر جس کی صراحت کردی گئی ہو۔ حضرت امام محمد کی رائے میں اگر مقصدِ ابتدائی معدوم ہوجانے والا ہو تو یہ لازمی ہے کہ مقصدِ آخری مستقل نوعیت کا ہو اور اس کی صراحت کی گئی ہو،

جو مسائل ہم نے دفعات بالا میں تحریر کئے ہیں اُن سب کے متعلق حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے متفقہ طور سے تمام فقہاء نے (بجز حضرت امام مالکؒ) صحیح مان لی ہے۔ اور برابر اسی پر عمل ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایکٹ نمبر ۶ سنہ ۱۹۱۳ء بھی حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے پر مبنی کیا گیا ہے۔ (دفعہ ۳۔ ایکٹ مذکور)

فرقہ مالکی کے قانون کے مطابق محدود زمانہ تک کے لئے بھی وقف کرنا جائز ہے،

برادران شیعہ کا قانون۔ شرائع الاسلام کے مطابق اگر وقف کسی معدوم ہوجانے والے مقصد کے لئے کیا جائے تو وہ جائز ہوگا۔ اور جب تک اُس مقصد کا وجود رہے گا وقف کی آمدنی اُس پر صرف ہوگی۔ اور اُس کے معدوم ہوجانے پر جائداد موقوفہ واقف یا اُس کے ورثاء کو مل جائے گی۔ امور متذکرہ دفعات ۱۶ لغایتہ ۱۸ کے متعلق شیعہ علمائے کرام میں جزوی اختلافات موجود ہیں لیکن شرائع الاسلام کی رائے جمہور علماء کے موافق ہے۔

———— ٠)٠X٠(٠ ————

۲- وقف کے بعد جائداد ناقابلِ انتقال ہو جاتی ہے

دفعہ ۱۹- ہر ایک وقف مکمّل ہو جانے کے بعد ناقابلِ منسوخی ہو جاتا ہے۔ اور تابع شرائط مندرجہ دفعہ ۲۱- واقف- متولّی- یا موقوف علیہ اُس کو بذریعہ بیع- رہن یا ہبہ منتقل نہیں کرسکتا- اور نہ اُس کے بعد وہ واقف کے ورثاء پر بطور ترکہ تقسیم ہوتی ہے،

نوٹ- وقف کب مکمّل ہو جاتا ہے، اس کے متعلق دفعہ ۵ امعہ نوٹ ملاحظہ فرمایئے- وقف مکمّل ہوتے ہی جائداد موقوفہ میں واقف کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ معنوی طور پر خداوند عالم کی ملکیت میں منتقل ہو جاتی ہے- اور خود وقف- متولّی یا کسی موقوف علیہ کو اُس کے منتقل کرنے کا اختیار نہیں رہتا صرف بعض مخصوص حالات میں جائداد موقوفہ البتہ منتقل ہو سکتی ہے۔ جس کی صراحت دفعہ ۲۱ میں کی گئی ہے،

دفعہ ۲۰- اگر کوئی جائداد موقوفہ خلاف قانون طریقہ سے منتقل کردی جائے تو ہر وہ شخص جو اُس سے استفادہ حاصل کرنے کا مستحق ہو- بذریعہ عدالت اُس کو منسوخ کرانے کا مجاز ہے،

نوٹ- منتقل کرنے کے متعلق شرائط مندرجہ دفعہ ۲۱ ملاحظہ کیجئے۔
برادرانِ شیعہ کا قانون متعلقہ انتقال جائداد موقوفہ یہ ہے کہ موقوف علیہم اُس کو اپنی زندگی تک کے لئے منتقل کرنے کے مجاز ہیں یعنی ہبہ بھی کرسکتے ہیں- بشرطیکہ ایسے انتقال کا کوئی اثر دوسرے موقوف علیہم پر نہ پڑتا ہو- اور بعد والے موقوف علیہم ایسی کسی کارروائی کے پابند نہ ہوں گے۔

۳۔ وقف کی تنسیخ اور جائداد موقوفہ کی تبدیلی

دفعہ ۲۱۔ جائداد موقوفہ صرف حسب ذیل صورتوں میں منتقل کی جاسکتی ہے :۔

(الف) اگر واقف نے وقف کرتے وقت خود اپنے حق میں جائداد موقوفہ کو منتقل کرنے کا اختیار محفوظ کرلیا ہو۔

(ب) یا وقف کرنے کے وقت متولی کے لئے منتقل کرنے کا اختیار محفوظ کرلیا ہو،

(ج) عدالت مجاز کی اجازت سے جائداد موقوفہ خاص حالات میں منتقل کی جاسکتی ہے باوجودیکہ وقف نامہ میں منتقل کرنے کی ممانعت موجود ہو،

لیکن شرط یہ ہے کہ جائداد کو منتقل کرنے کے متعلق واقف کی ہدایات کی سختی سے پابندی کرنی لازمی ہے،

تشریح۔ جائداد موقوفہ کو بیع کرنے کے بعد جو دوسری جائداد خریدی جائے گی۔ یا تبادلہ کے ذریعہ سے لی جائے گی۔ وہ بھی اُن ہی شرائط کے ساتھ وقف متصور ہوگی جیسی کہ پہلی جائداد،

نوٹ۔ بالعموم کسی واقف یا متولی یا موقوف علیہم کو جائداد موقوفہ کے بیع کرنے اور اسکی بجائے دوسری جائداد خریدنے یا جائداد موقوفہ کا کسی دوسری جائداد خریدنے یا جائداد موقوفہ کا کسی دوسری جائداد سے تبادلہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں اگر وقف کے وقت واقف نے اپنے یا متولی کے لئے ایسا اختیار محفوظ کرلیا ہو تو جائداد موقوفہ بموجب ہدایات منتقل ہوسکتی ہے لیکن ہدایات کی پابندی سختی کے ساتھ کرنا لازمی ہے۔ اگر اس قسم کا اختیار صرف ایک دفعہ کے لئے

دیا گیا ہو تو ایک ہی دفعہ ایسا کرنا ممکن ہے۔ اگر زیادہ مرتبہ کے لئے ایسا کرنے کا اختیار دیا گیا ہو تو زیادہ دفعہ ایسا کرنا ممکن ہے۔ جائداد کو بیع کرکے جو دوسری جائداد خریدی جائے گی وہ مثل بیع شدہ یا تبادلہ شدہ جائداد کے اُن ہی شرائط کے ساتھ وقف متصوّر ہوگی۔

یہ نہیں ہوسکتا کہ واقف بموجب اختیارات مندرجہ بیعنامہ جائداد موقوفہ کو فروخت کرکے اُس کی قیمت اپنے صرف میں لے آئے،

عدالت کو البستہ وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ اگر عدالت کو معقول وجوہات دکھائی جائیں تو عدالت ہر وقت جائداد موقوفہ کو بیع کرکے دوسری بہتر جائداد خرید لینے کی اجازت دے سکتی ہے۔ اگر وقف نامہ میں یہ شرط موجود بھی ہو کہ واقف یا کسی کو جائداد کے منتقل کرنے کا حق نہ ہوگا۔ یا جائداد کسی حالت میں بھی قابل انتقال نہ ہوگی۔ تب بھی اگر قیام وقف کے لئے ضروری ہوگا تو عدالت اجازت دے سکتی ہے۔ فرض کیجئے کہ جائداد موقوفہ سے بالکل آمدنی نہ ہوتی ہو۔ اور وقف کے معدوم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ تو عدالت اُس کو بیع کرکے بہتر جائداد خریدنے کا حکم دے سکتی ہے۔ یا اگر یہ دکھایا جائے کہ جائداد موقوفہ کی موجودہ مالیت کے لحاظ سے آمدنی بہت کم ہے اور اِسی قدر مالیت کی دوسری جائداد اگر خرید لی جائے گی تو منافع کی مقدار میں کافی اضافہ ہو جائے گا۔ تو عدالت کو اجازت دینے میں کوئی امر مانع نہ ہوگا۔ الغرض وقف کی بہبودی اور قیام کے لئے اس قسم کے اختیارات عدالت ہمیشہ کام میں لاسکتی ہے،

شیعہ برادران جن حالتوں میں جائداد موقوفہ منتقل کرنے کے مجاز ہیں اُس کا ذکر دفعہ ۲۰ میں کر دیا گیا ہے،



باب چہارم

باطل اوقاف

دفعہ ۲۲۔ اگر وقف کے نافذ ہونے کا انحصار کسی واقع کے ظہور پذیر ہونے یا نہ ہونے پر کیا جائے گا۔ تو وہ وقف باطل ہوگا،

نوٹ:۔ "اگر میرا دوست افریقہ سے واپس آجائے تو میرا فلاں مکان مساکین کے لئے وقف ہوگا" "اگر زید اس سے خوش ہو تو میری جائداد واقع رستم پور وقف ہے" دوست افریقہ سے واپس بھی آجائے۔ اور زید خوش بھی ہو جائے لیکن وقف نہ ہوگا۔ لیکن اس قسم کی شرط کہ "اگر میں اس مکان کا مالک ہوں تو یہ محتاجوں کے لئے وقف ہے" وقف کو نافذ کردے گی بشرطیکہ واقف مکان کا مالک ہو۔

دفعہ ۲۳۔ کوئی وقف جو ابتداً خواہ خود واقف۔ اُس کی اولاد یا اقربا کے لئے کیا جائے۔ باطل ہوگا۔ اگر اُس کا مفاد۔ مقصد ابتدائی معدوم ہوجانے کے بعد صراحتاً یا کنایتاً۔ مساکین یا کسی ایسے مذہبی۔ خیراتی۔ یا مقصدِ خیر کے لئے محفوظ نہ رکھا گیا ہو جو مذہباً مستقل نوعیت کا مقصد مانا جاتا ہو،

نوٹ:۔ یہ قانون وقف علی الاولاد۔ ایکٹ نمبر ۶ سنہ ۱۹۱۳ء کی دفعہ ۳ کی شرط کے عین مطابق ہے۔ اس دفعہ کے متعلق مفصّل بحث تو آگے چل کر (باب ششم میں) ملے گی۔ لیکن چونکہ اس باب میں تمام ایسے وجوہات کا ذکر کرنا ضروری ہے جو کسی وجہ سے باطل یا ناجائز ہوں۔ اس لئے اِس موقعہ پر اس دفعہ کا اضافہ مناسب سمجھا گیا۔ ذیل کی مثال منشا ظاہر کرنے کے لئے کافی ہوگی،

"میں اپنی جائداد اپنی اولاد کے لئے تا قیام نسل وقف کرتا ہوں۔ اور نسل منقطع ہو جانے کے بعد جائداد موقوفہ کی آمدنی مندر کی تعمیر پر صرف کی جائے گی"
یہ وقف باطل ہوگا۔ کیونکہ مندر کی تعمیر مذہب اسلام کی رو سے مذہبی کام نہیں ہے۔

دفعہ ۲۴۔ اگر کوئی جائداد وقف کی جائے۔ لیکن جائداد مذکور کے متعلق ایسی صراحت نہ کی جائے جس سے معلوم ہو سکے کہ کونسی جائداد وقف کی گئی ہے۔ تو وقف باطل ہوگا،

نوٹ۔ جائداد موقوفہ کا پتہ صاف ہونا چاہیئے تاکہ اُس کی شناخت ہو سکے۔ مثلاً مکان وقف کیا جائے تو اُس کا حدود اربعہ معہ نام محلّہ۔ یا نمبر معہ نام محلّہ ہونا چاہیئے۔ اگر اراضی زرعی وقف کی جائے تو اُس کا مفصّل پتہ ہونا چاہیئے۔
حسب ذیل اوقاف باطل ہوں گے۔ کیونکہ صحیح طور سے جائداد کا پتہ نہیں چل سکتا۔
"میں اپنے میرٹھ والے مکان کو وقف کرتا ہوں" میرٹھ میں چار مکانات واقف کے ہیں۔ نہ معلوم کس مکان سے مطلب ہے۔
زید نے اِن الفاظ میں اعلان وقف کیا "میں اپنی کھیوٹ واقع محمود پور محال رستم خاں وقف کرتا ہوں" محمود پور۔ محال رستم خاں میں زید ۵ کھیوٹوں کا مالک ہے۔ نہ معلوم کونسی کھیوٹ وقف کی گئی ہے،

دفعہ ۲۵۔ یہ مسئلہ مشتبہ ہے کہ واقف۔ وقف کو کبھی منسوخ کر دینے کا اختیار اپنے لئے محفوظ رکھ سکتا ہے یا نہیں،

(الف) بقول حضرت امام ابو یوسف رح۔ واقف۔ تاریخ وقف سے تین دن کے اندر اندر

وقف کو منسوخ کردینے کا حق اپنے لئے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اور یہ اختیار تین دن کے اندر ہی استعمال ہو سکتا ہے۔ اگر منسوخ کرنے کا اختیار تین دن سے زیادہ عرصہ کے لئے محفوظ رکھا جائے گا۔ یا کوئی وقت معیّن ہی نہ کیا جائے گا۔ تو وقف باطل ہو گا،

(ب) بقول حضرت امام محمدؒ۔ اگر واقف منسوخی کا اختیار اپنے لئے محفوظ کرے گا تو وقف ہر حالت میں باطل ہو گا،

تشریح۔ اگر واقف۔ وقف نامہ میں یہ اختیار محفوظ رکھ لے کہ جائداد موقوفہ فروخت کرنے کے بعد زرِثمن واقف کی ذات پر صرف کیا جائے گا۔ تو وقف باطل ہوگا۔

نوٹ۔ یہ دفعہ صرف اُن اوقاف سے متعلق ہے جو فوراً نافذ ہو جاتے ہیں۔ وقف بالوصیت سے اس کا کوئی تعلّق نہیں۔ کیونکہ وقف بالوصیت کو واقف اپنی زندگی میں جب چاہے منسوخ کرنے کا مجاز ہے۔ خواہ اُس نے منسوخ کرنے کا اختیار وقف نامہ میں محفوظ نہ رکھا ہو۔ اگر وہ چاہے تو ایسا اختیار محفوظ رکھ سکتا ہے،

باب پنجم

کون سی جائداد وقف کی جا سکتی ہے

۱۔ جائداد غیر منقولہ

دفعہ ۲۶۔ (۱) ہر قسم کی جائداد غیر منقولہ وقف کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ جائداد مذکور واقف کی ملکیت ہو۔ اور (تابع شرائط مندرجہ دفعہ ۱۵) واقف کا اُس پر قبضہ ہو،

(۲) جائداد غیر منقولہ کے ساتھ اُس جائداد منقولہ کا وقف بھی جائز ہے جو جائداد غیر منقولہ موقوفہ کا لوازمہ ہو،

(۳) اگر کوئی شخص جائداد کا مالک نہ ہو اور اُس کو وقف کردے تو بعد میں واقعی مالک کے تصدیق کر دینے پر اُس کا وقف جائز ہو جائے گا،

نوٹ۔ جائداد واقف کی ملکیت ہونی چاہیئے۔ غیر مالک بھی اگر کردے تو اصلی مالک کے تصدیق وتسلیم کر دینے پر وقف نافذ ہو جائے گا،

قبضہ کے متعلق دفعہ ۱۵ میں مفصل بحث کی جاچکی ہے۔ اُس دفعہ کو معہ نوٹ کے دیکھیئے؛

جائداد غیر منقولہ کے ساتھ وہ جائداد منقولہ بھی جائز طور سے وقف کی جاسکتی ہے جو جائداد غیر منقولہ کا جزو اور اُس سے فائدہ اُٹھانے کے لئے ضروری ہو مثلاً زرعی جائداد کے وقف کے ساتھ ہی ہل چلانے والے مویشیوں۔ اور آلات کشاورزی وغیرہ کا وقف ہو سکتا ہے،

جائداد موقوفہ کی صراحت بھی کرنی چاہیئے جس سے پتہ چل سکے کہ کونسی جائداد وقف کی گئی ہے۔ ورنہ وقف ہی باطل ہو جائے گا۔ (دفعہ ۲۴)

دفعہ ۲۷۔ محض عمارات کا وقف۔ بلا اراضی تحتی کے۔ جائز ہے،

دفعہ ۲۸۔ جائداد غیر منقولہ کا وقف جو رہن یا مکفول ہو۔ یا جو پٹہ پر ہو۔ [illegible] رہن یا کفالت و پٹہ۔ جائز ہے،

۲۔ مشاع کا وقف

دفعہ ۲۹۔ کسی جائداد میں کسی شخص کے غیر منقسمہ حصہ کو "مشاع" کہتے ہیں۔ خواہ

وہ حصہ قابلِ تقسیم ہو یا نہ ہو۔ (تفصیل کے لئے دفعہ ۸ معہ نوٹ دیکھئے)

(الف) مشاع کا وقف۔ خواہ وہ قابلِ تقسیم ہو یا نہ ہو۔ حضرت امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے،

(ب) حضرت امام محمد رح کے نزدیک صرف ایسے مشاع کا وقف جائز ہے جو ناقابلِ تقسیم ہو،

نوٹ۔ اگر کسی جائداد میں دو یا زیادہ شخص مشترکاً حصہ دار ہوں۔ تو وہ غیر منقسمہ حصے مشاع کہلائے جائیں گے۔ تقسیم ہو جانے کے بعد لفظ مشاع کا اطلاق نہ رہے گا۔ بعض حصے قابلِ تقسیم ہوتے ہیں اور بعض ناقابلِ تقسیم۔ ناقابلِ تقسیم سے یہ مطلب ہے کہ تقسیم ہونے کے بعد وہ چیز بیکار ہو جائے یا جو کام اس سے لیا جاتا ہے وہ اس کام کی نہ رہے۔ ناقابلِ تقسیم مشاع کی مثال یہ ہے کہ جیسے زینہ۔ حمام وغیرہ۔ فرض کیجئے ایک زینہ دو حصہ داروں کے مکان میں مشترک ہے۔ اگر مکان کی تقسیم ہو کر اور زینہ بھی تقسیم ہوا تو زینہ دونوں میں سے کسی کے کام کا بھی نہ رہیگا۔ اس لئے وہ ناقابلِ تقسیم مشاع کہا جائے گا،

حضرت امام ابو یوسف رح کی رائے پر متفقہ فتویٰ ہے۔

لیکن حضرت امام محمد رح قابلِ تقسیم مشاع کے وقف کو اس وجہ سے ناجائز بتاتے ہیں کہ اُن کے نزدیک وقف بغیر متولی کے تقرر کے اور بلا اس کو قبضہ دیئے ہوئے مکمل ہی نہیں ہوتا۔ اور قبضہ اس وقت تک کسی جائداد پر نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ وہ تقسیم ہو کر علیحدہ نہ کر دی جائے۔ گویا اُن کے نزدیک جو شرط ہبہ کے لئے قبضہ کے متعلق ضروری ہے۔ وہی اس کے لئے بھی ضروری ہے (دیکھو دفعہ ۱۵ معہ نوٹ) چونکہ الہ آباد ہائیکورٹ نے حضرت امام محمد رح کی رائے کو مانا ہے اس لئے مشاع کے متعلق بھی کم سے کم اس صوبہ میں حضرت امام محمد رح کی رائے کی پیروی کرنی پڑے گی۔ برادرانِ **شیعہ** کے قانون کے مطابق دونوں قسم کے مشاع کا وقف جائز ہے،

دفعہ ۳۰ء کسی جائداد کے دو مشترک حصہ دار۔ اپنے اپنے غیر منقسمہ حصوں کو مختلف اغراض کے لئے وقف کرنے کے مجاز ہیں، لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ ایک ہی شخص کو متولی مقرر کریں اور اُس کو قبضہ دیدیں،

نوٹ۔ اس دفعہ کو بھی تابع دفعہ مذکورہ بالا و دفعہ ۵ پڑھنا چاہئے،

۳۔ جائداد منقولہ کا وقف

دفعہ ۳۱ء حسب ذیل اشیاء منقولہ کا وقف (تابع نوٹ مندرجہ ذیل) جائز ہے،

(۱) اُس جائداد منقولہ کا جائداد غیر منقولہ کے وقف کے ساتھ جو غیر منقولہ کا لوازمہ ہو

(۲) بوجھ اُٹھانے والے چوپایوں کا۔

(۳) ہتھیاروں کا،

(۴) قرآن مجید کا اور دیگر کتب کا،

(۵) اور تمام ایسی دیگر اشیاء کا وقف جن کے وقف کرنے کا رواج ہو،

لیکن شرط یہ ہے کہ جو اشیاء استعمال میں آتے آتے ختم ہو جانے والی ہوں اُن کا وقف نہیں ہو سکتا،

نوٹ نمبر ۱۔ ممالک اسلامی میں زر نقد اور غلہ وغیرہ کا وقف اکثر ہوتا ہے۔ اس لئے رواجاً وہاں اس قسم کی اشیاء کا وقف جائز ہے۔ یہاں ایسا رواج نہیں،

نمبر ۲۔ البتہ ہندوستان میں اگر منقولہ اشیاء میں سے کسی کا وقف کیا جا سکتا ہے تو وہ مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے حصص۔ سرکاری ضمانتیں۔ سرکاری پرامیسری نوٹ وغیرہ ہیں۔ جن کا یہاں بہ نسبت اسلامی ممالک کے بہت رواج ہے، **الہ آباد ہائی کورٹ** کے نزدیک اِن چیزوں کا وقف جائز ہے۔ کلکتہ ہائی کورٹ

ضروری نوٹ

نے بھی اب اس کو جائز کر دیا ہے۔ بمبئی ہائیکورٹ کی رائے بھی الہ آباد کے مطابق ہوگئی ہے۔ بقیہ ہائی کورٹوں کی رائے یا تو اس کے خلاف ہے۔ یا انہوں نے ابھی کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ [انڈین لا رپورٹ۔ الہ آباد۔ جلد ۴۔ صفحہ ۱۹۰ + انڈین لا رپورٹ۔ بمبئی۔ جلد ۱۳۔ صفحہ ۲۵۰ + کلکتہ۔ سکینہ خانم بنام لڈن صاحب منفصلہ ۱۰ ارجون سنہ ۱۹۰۲ء۔ غیر مطبوعہ]

برادران شیعہ کے قانون کے مطابق زر نقد کا وقف جائز ہے۔ لیکن مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے حصص وغیرہ کے متعلق صاف نہیں کہ وہ جائز ہوں گے یا نہیں۔ یہی قانون شافعی بھی ہے،

باب ششم

موقوف علیہم

(۱) اولاد۔ اہل خاندان۔ اور اقرباء وغیرہ کے لئے وقف

دفعہ ۳۲۔ "اجر کے لحاظ سے افضل ترین صدقہ وہ ہے جو تم اپنے اہل خاندان کو دو"

نوٹ۔ تفصیل کے لئے دفعہ ۹ معہ نوٹ ملاحظہ کیجئے،

دفعہ ۳۳۔ کسی شخص کے لئے، جو مذہب اسلام کا پیرو ہو، جائز ہوگا۔ کہ وہ کوئی وقف۔ جو ہر لحاظ سے شرائط قانون اسلام کے مطابق ہو۔ منجملہ دیگر مقاصد کے حسب ذیل مقاصد کے لئے قائم کرے،

(الف) کلیتاً یا جزواً۔ اپنے خاندان۔ اولاد۔ یا نسل کی پرورش یا گذارہ کے لئے،

(ب) نیز۔ اگر وقف کرنے والا حنفی مسلمان ہو۔ تو خود اپنی زندگی میں اپنی پرورش اور گذارہ کے لئے۔ یا جائداد موقوفہ کی آمدنی یا منافع سے اپنے قرضوں کی ادائگی کے لئے،

لیکن شرط یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں آخری مفاد۔ صراحتاً یا کنایتاً مساکین کے لئے۔ یا کسی ایسے دوسرے مقصد کے لئے مخصوص کردیا جائے جو بروئے قانونِ اسلام مستقل نوعیت کا مذہبی۔ صالح۔ یا خیراتی مقصد تسلیم کیا جاتا ہو۔ (دفعہ ۳۔ ایکٹ نمبر ۶ سنہ ۱۹۱۳ء)

دفعہ ۳۴۔ وقف کا آخری فائدہ حسب ذیل مستقل نوعیت کی مذہبی۔ صالح یا خیراتی مقاصد کے لئے۔ محفوظ کیا جاسکتا ہے:۔

(۱) مساکین اور محتاجوں کی پرورش اور گذارہ کے لئے،

(۲) مساجد کی تعمیر اور اُن کے متعلق اخراجات کے لئے،

(۳) مساکین کے لئے کفن مہیّا کرنے اور قبریں کھدوانے کے لئے۔ اور اخراجات تجہیز و تکفین کے لئے،

(۴) اور تمام قسم کے مستقل کاموں کے لئے جن کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہونچتا ہو۔ جیسے سرائیں۔ پُل۔ سڑک وغیرہ وغیرہ،

نوٹ (۱) چونکہ وقف علی الاولاد ہماری کتاب کا موضوع ہے۔ اِس لئے دفعہ ۳۳ کے منشار کے مطابق جو ایسا وقف کیا جائے گا وہ جائز اور قابلِ نفاذ ہوگا۔ دفعہ ہذا حسب ذیل اجزاء پر مبنی ہے،

(۱) ہر مسلمان اپنی اولاد۔ اقربار۔ اور خود اپنے گذارہ یا قرضہ کی ادائگی کے لئے (اگر وہ فرقہ حنفی کا پیرو ہے) وقف کرسکتا ہے،

(۲) اور اولاد یا اقربا، وغیرہ کے معدوم ہو جانے کے بعد مساکین کے لئے یا کسی اور مقصد کیلئے جو مذہباً مستقل نوعیت کا تسلیم کیا جاتا ہو،

(۳) اولاد اور اقربا، وغیرہ کے معدوم ہو جانے کے بعد جس مستقل نوعیت کے مذہبی مقصد کے لئے کیا جائے اس کا ذکر خواہ صریح طور سے کیا جائے۔ یا اس قسم کا منشار معنوی طور سے ظاہر ہوتا ہو۔ یا

بہ الفاظ دیگر ہر مسلمان اپنی ذات۔ اولاد۔ یا اقربار کے لئے وقف کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ ایسا وقف ہر لحاظ سے اسلامی قانون کے مطابق ہو،

جیسا کہ پیشتر عرض کیا جا چکا ہے۔ علاوہ دیگر امور کے وقف کی ایک اہم ترین خصوصیت "مداومت" (ابدیت یا ہمیشگی ہے) (دفعہ ۱۴) یعنی وہ کسی خاص زمانہ یا مقررہ مدت کے بعد ختم نہ ہو جانا چاہیئے اگر کوئی وقف صراحتاً کسی عارضی زمانہ تک کے لئے کیا جائیگا تو وہ باطل ہوگا۔ (محض فرقہ مالکی کے نزدیک عارضی زمانہ تک کے لئے وقف کرنا بھی جائز ہے)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس امر کی صراحت کہ فلاں وقف ہمیشہ قائم رہنے کے لئے کیا گیا ہے۔ ضروری ہے یا نہیں۔ حضرت امام ابو یوسف رح کے نزدیک الفاظ میں اس کا اظہار کیا جانا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اگر کوئی وقف صراحتاً کسی مقررہ مدت کے لئے نہ کیا گیا ہو۔ تو قانوناً یہ سمجھ لیا جائے گا کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ بشرطیکہ مضمون سے ایسا منشا ظاہر ہوتا ہو اور اس میں کوئی بات اس کے منافی نہو، حضرت امام محمد رح کے نزدیک اس امر کا صراحتاً اظہار کرنا ضروری ہے کہ وقف ہمیشہ کے لئے کیا گیا۔ (حضرت امام ابو یوسف رح کی رائے (جس پر حنفی فقہار کا متفقہ فتویٰ ہے) صحیح مانی گئی ہے،

(۴) محض اولاد اور اقربار وغیرہ پر وقف کرنا مذہباً ضرور جائز ہے لیکن چونکہ یہ مقصد معدوم ہو جانے والا ہے۔ یعنی کبھی نہ کبھی سلسلہ نسل منقطع ہوگا۔ اس لئے یہ شرط لازمی قرار دی گئی کہ سلسلہ نسل وغیرہ کے منقطع ہو جانے کے بعد وقف کی آمدنی مساکین پر صرف کی جانی چاہیئے یا کسی اور مذہبی مقصد پر جو مستقل ہو یعنی کبھی معدوم نہو اگر صراحتاً کوئی آخری مقصد ظاہر نہ کیا جائے گا تو قانونی طور پر قیاس کر لیا جائے گا کہ وہ مساکین کے لئے ہے۔ لیکن اگر مساکین کے علاوہ واقف کا منشا کسی دیگر مستقل مقصد پر وقف کی آمدنی صرف کرانے کا ہو تو اس کی صراحت صاف طریقہ سے کرنی لازمی ہے۔ جو کوئی بھی

آخری مقصد ہو وہ مذہباً جائز مانا جاتا ہو اور مستقل نوعیت کا ہو جس کی چند مثالیں دفعہ ۴۴ میں دیدی گئی ہیں۔ لیکن اس فہرست کو مکمل نہ سمجھنا چاہیے۔

(۵) صرف حنفی مسلمان وقف کی آمدنی اپنی زندگی تک اپنے لئے یا اپنے قرضوں کی ادائگی کے لئے محفوظ کر سکتا ہے۔ کوئی شیعہ یا مسلمانان اہل سنت والجماعت کے کسی دوسرے فرقہ کا پیرو اس حق سے مستفید نہیں ہو سکتا،

اولاد یا اقرباء وغیرہ کے لئے جو وقف کیا جاتا ہے چونکہ وہ کبھی نہ کبھی معدوم ہوجانے والا مقصد ہے اس لئے اس کو آپ ابتدائی مقصد کہہ سکتے ہیں۔ آخری مقصد مساکین کو فائدہ پہونچانا ہے۔ یا کسی اور مذہبی اور مستقل مقصد پر صرف کرنا۔

وقف کسی ایسے مقصد کے لئے نہیں کیا جا سکتا جو شرعاً ممنوع ہو۔ مثلاً اولاد کے لئے اور بالآخر مندر کے اخراجات کے لئے۔ یہ وقف قطعی باطل ہوگا۔ اگرچہ اولاد کیلئے وقف کرنا مذہباً جائز ہے لیکن آخر میں وقف کی آمدنی مندر کے اخراجات کے لئے وقف کی گئی ہے جو جائز نہیں۔ اس لئے وقف شروع ہی سے باطل ہوگا،

حسب ذیل مقاصد کے لئے وقف کرنا ناجائز ہے۔

(۱) کسی پرائیویٹ شخص کے مقبرہ کی مرمت اور انتظام کے لئے۔ (لیکن اولیاء کے مقابر کے لئے اس قسم کا وقف جائز ہے)

(۲) قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کے لئے۔

(۳) محض امیر لوگوں کے لئے۔

(۴) فاتحہ اور عرس کے لئے۔

لفظ "خاندان" (FAMILY) کی جو ایکٹ نمبر ۶ سنہ ۱۹۱۳ء کی دفعہ ۲ (الف) میں استعمال کیا گیا ہے۔ صراحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہ لفظ اپنے وسیع ترین معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس میں تمام وہ رشتہ داران شامل ہیں جن کا سلسلہ (خواہ وہ کتنے ہی فصل سے ہو) واقف کے مورث اعلیٰ سے کہیں نہ کہیں جاکر مل جاتا ہو۔ اور خواہ یہ سلسلہ کسی مرد کے واسطہ سے ہو خواہ کسی عورت کے واسطہ سے ہو۔ اور جن کو روزمرہ کی گفتگو میں ہم "قرابت دار" یا "ذو قرابت" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ مثلاً ماموں۔ ماموں زاد بھائی۔ بھانجے۔ اور بھتیجے وغیرہ اور ان کی اولادیں سب اس میں

شامل ہیں۔ اِس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اگرچہ براہِ راست واقف کے خاندان سے تعلّق نہیں رکھتے لیکن کسی قرابت کی وجہ سے وہ اُس کے زیرِ پرورش ہوں۔ مثلاً متوفی بھائی کی بیوہ بھی جو واقف کے مکان میں رہتی ہے اور جس کا کفیل واقف ہی ہے وہ بھی اس میں شامل ہے۔ اور اِن لوگوں کے حق میں بھی وقف کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح کہ اپنی اولاد کے حق میں وقف کرنا جائز ہے۔ الغرض جب شرعاً ایک اجنبی کے لئے بھی وقف کرنا جائز ہے تو پھر اس لفظ "خاندان" کے معنی کی اہمیت بہت کم رہ جاتی ہے۔ ججان چیف کورٹ اودھ کی یہ رائے کہ اہل خاندان صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو واقف کے ساتھ اُس کے مکان میں رہتے ہوں۔ الہ آباد ہائیکورٹ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں ملازمان بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ اور جو قرابت دار علیحدہ مکان میں رہتے ہوں وہ محض علیحدہ رہنے کی وجہ سے "خاندان" سے باہر نہیں ہو سکتے،

دفعہ ۳۵۔ اگر واقف خود بھی موقوف علیہ ہو تو جائز ہے کہ وہ

(۱) پہلے اپنے لئے۔ اور پھر دوسروں کے لئے۔ یا

(۲) پہلے دوسروں کے لئے اور پھر اپنے لئے۔ یا

(۳) اپنے اور دوسروں کے لئے ایک ساتھ وقف کرے،

نوٹ۔ واقف کے لئے جائز ہے کہ جس ترتیب کے ساتھ وہ چاہے وقف کی آمدنی کے مصرف کے لئے ہدایات کر سکتا ہے۔ مثلاً وہ اپنی زندگی میں اپنے لئے وقف کی آمدنی صرف کرنے کا مجاز ہے (بشرطیکہ حنفی ہو) خواہ وہ یہ کرے کہ میں اور میری اولاد نصفی آمدنی لینے کے مجاز ہوں گے۔ یا پہلے اولاد کے لئے اور کسی مقررہ میعاد کے بعد اپنے لئے آمدنی محفوظ کر لے۔ یا ایک ساتھ۔ ہر طرح کے اختیارات اس کے متعلق حاصل ہیں۔

دفعہ ۳۶۔ واقف کسی ایسے شخص کے لئے بھی وقف کرنے کا مجاز ہے جس کا وقف کرنے کے وقت کوئی وجود نہ ہو۔

(۱) اگر وقف کرنے کے وقت موقوف علیہ کا کوئی وجود نہ ہو۔ تو وجود ہونے کے وقت تک جائدا د موقوفہ کی آمدنی (اگر اس کے متعلق کوئی صراحت نہ کی گئی ہو تو) مساکین پر یا کسی دوسرے جائز مقصد پر (جس کی صراحت کر دی گئی ہو) صرف کی جائے گی۔

(۲) موقوف علیہ کے وجود میں آجانے کے بعد وقف کی آمدنی کا موقوف علیہ مذکور مستحق ہو جائے گا۔

تشریح۔ اگر وقف کرنے سے ۶ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہو تو قیاس کیا جائے گا کہ وقف کرنے کے وقت اس کا وجود تھا،

نوٹ۔ یہ مسئلہ صرف حنفی مسلمانوں کے متعلق ہے۔ واقف خود اپنے یا اپنی اولاد کے یا اقربا میں سے کسی کے بچہ کے لئے جو اس وقت تک پیدا نہ ہوا ہو وقف کر سکتا ہے۔

برادران شیعہ اور شافعی قانون کے مطابق جس شخص کا وقف کرنے کے وقت کوئی وجود نہ ہو۔ یا جو معلوم نہ ہو سکے۔ اس کے واسطے وقف کرنا جائز نہیں۔ ان کے قانون کے مطابق موقوف علیہ کا وجود ہونا اور اس کے متعلق پوری صراحت کا ہونا لازمی ہے۔

دفعہ ۳۷۔ جائز ہے کہ وقف نامہ میں کوئی ایسی شرط لگادی جائے کہ کسی واقعہ کے ظہور پذیر ہو جانے پر موقوف علیہ وقف کے استفادہ سے محروم ہو جائے گا،

نوٹ۔ مثلاً "میں حمیدہ کے لئے وقف کرتا ہوں۔ لیکن حمیدہ کو وقف سے مستفید ہونے کا اسی وقت تک اختیار رہے گا جب تک کہ وہ شادی نہ کرے" یہ وقف اور شرط جائز ہے۔ اور اسی قسم کی شرطیں لگائی جا سکتی ہیں شرط کے پورا ہونے کے بعد آمدنی مساکین پر یا دوسرے مقصد پر (اگر صراحت کر دی گئی ہو) صرف ہونے لگے گی۔

شرائع الاسلام کے مطابق شیعہ واقف کسی موقوف علیہ کو آئندہ زمانہ میں محروم نہیں کر سکتا۔ نہ کسی موجودہ موقوف علیہ کا حق کسی دوسرے کے حق میں منتقل کر سکتا ہے۔ ہاں وہ یہ حق اپنے لئے محفوظ کر سکتا ہے کہ آئندہ کسی شخص کے وجود میں آنے پر مجھے اختیار ہو گا کہ اس کو زمرۂ موقوف علیہم میں شامل کر دوں۔

دفعہ ۳۸۔ واقف مجاز ہے کہ بوقت تحریر وقف نامہ موقوف علیہم کے ردّو بدل کا حق اپنے لئے محفوظ کرے۔ اور اس اختیار کی رو سے وہ موقوف علیہم میں اضافہ بھی کر سکتا ہے اور اُن کی تعداد کم بھی کر سکتا ہے۔ اور موقوف علیہم کے حصہ کی آمدنی میں کمی بیشی بھی کر سکتا ہے۔ بلا اس قسم کا حق محفوظ کئے وہ آئندہ ایسا کرنے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔

(۲) چند مخصوص الفاظ کے معانی اور عبارتوں کے مطالب

ضروری نوٹ۔ رسالہ ہذا کا یہ حصہ نسبتاً اہم ہے۔ کیونکہ بعض ایسے الفاظ ہیں کہ روزمرّہ کی گفتگو میں ہم ان کے معنی کچھ اور سمجھتے ہیں۔ اور جب وہی الفاظ کسی دستاویز میں تحریر کئے جائیں تو اُن کے معنی قانونی لحاظ سے کچھ مختلف ہو جاتے ہیں۔ پس عوام الناس کو عموماً اور قبالہ نویسوں کو خصوصاً اُن سے واقفیت کی ضرورت ہے۔ کاتبِ دستاویز کو چاہیئے کہ دستاویز مکمل کرنے سے پیشتر واقف کے منشار اور مفہوم کو مفصل طور سے دریافت کر لینے کے بعد صاف اور غیر مبہم عبارت میں دستاویز

تحریر کرے۔ اس غرض کے لئے رسالہ کا یہ حصہ مفید اور مددگار ثابت ہوگا۔ واقف سے اُس کا منشار معلوم کرنے کے لئے متعدد سوالات کئے جا سکتے ہیں۔ جن میں سے ضروری سوالات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

سوالات جو قبل تحریر وقف نامہ۔ واقف سے کرنے مناسب ہیں

(۱) کیا آپ اپنے تمام موجودہ پسران اور دختران کے لئے وقف کرنا چاہتے ہیں۔ یا اُن میں سے چند کے لئے۔ اور بقیہ کو محروم کرنا چاہتے ہیں؟

(۲) کیا آپ کا یہ منشار ہے کہ آپ کی موجودہ اولاد ہی وقف سے مستفید ہو۔ یا جو اولاد بعد میں پیدا ہو وہ بھی استفادہ حاصل کرنے کی مستحق ہو؟

(۳) کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی موجودہ اولاد (پسر و دختر) کے علاوہ۔ آپ کے پسران کی اولاد ور اولاد نسلاً بعد نسل بھی مستفید ہو۔ یا دختری اولاد کو آپ کچھ دینا نہیں چاہتے؟

(۴) کیا آپ پسری اولاد کے ساتھ دختری اولاد کو بھی مستفید کرنے کے خواہش مند ہیں؟

(۵) کیا آپ اپنی موجودہ اولاد اور اُس کی آئندہ اولاد ہی کو مستفید کرنا چاہتے ہیں۔ یا آپ کے متوفی پسران (اور دختران) کی جو اولاد موجود ہے۔ اُس کے لئے بھی انتظام کرنا چاہتے ہیں؟

(۶) اولاد کے علاوہ کسی دیگر عزیز یا قریب کو بھی کچھ دینا چاہتے ہیں؟

(۷) آپ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اولاد وغیرہ کے علاوہ ساتھ ہی ساتھ کچھ حصہ خیراتی کاموں کے لئے بھی وقف کر دیں۔

(۸) کیا آپ اپنی اولاد اور اُس کی نسل پر بحصہ برابر منافع تقسیم کرنے کے خواہش مند ہیں یا کم و بیش۔ مثلاً پسری اولاد کو ایک حصہ اور اولاد دختری کو نصف حصہ۔ یا مثلاً جو فوت ہوتا جائے اُسی کا حصہ اُس کی نسل پر تقسیم ہوتا چلا جائے؟

(۹) سلسلہ نسل منقطع ہو جانے کے بعد کس مستقل کار مذہبی یا کار خیر کے لئے آپ آمدنی کا صرف ہونا پسند کریں گے۔

(۱۰) کیا آپ فرقہ حنفیہ کے پیرو ہیں۔ اور اپنی زندگی تک خود اپنے گزارہ کے لئے یا اپنے

قرضہ کی ادائیگی کیلئے بھی وقف کرنا چاہتے ہیں ؟

[اس کے علاوہ دفعات ۳۵ لغایتہ ۳۸ کے منشاء کے مطابق سوالات قائم کرکے دریافت کرنا چاہیئے۔ مگر حنفی اور دیگر فرقوں کے درمیان جو فرق ہے اس کو ملحوظ رکھنا پڑے گا ،]

دفعہ ۳۹ ۔ وقف کا مفہوم واقف کی نیّت اور منشاء کے مطابق دستاویز کے تمام مضمون سے معلوم کرنا چاہیئے نہ کہ کسی خاص لفظ کے لُغوی معنی یا عبارت کے حصّہ سے ،

نوٹ بخلاف دیگر دستاویزات کے ، وقف کے متعلق یہ اصول ہے کہ حتی الامکان واقف کے منشاء کے مطابق وقف پر عمل درآمد ہو۔ اِسی لئے یہ قاعدہ کلّیہ ہے کہ دستاویز کے تمام مضمون سے مجملاً جو منشاء ظاہر ہوتا ہو اُسی کو قابل عمل تصوّر کرنا چاہیئے۔ یہ نہ ہونا چاہیئے کہ کسی خاص لفظ کو علیحدہ نکال کر اُس کے لُغوی معنی پر زور دیا جائے۔ یا کسی حصّہ عبارت کو علیحدہ لے کر اُس کے مطلب کو لے لیا جائے ،

دفعہ ۴۰ (۱) اگر کوئی شخص اپنے "وُلد" کے نام وقف کرے تو اُس میں پسر و دُختر (ایک یا زیادہ) جو موجود ہوں وہ بھی شامل ہوں گے۔ اور جو بعد تحریر وقف نامہ پیدا ہوں وہ بھی شامل ہوں گے ،

(۲) اگر وقت تحریر کوئی لڑکا نہ ہو۔ مگر پوتا ہو۔ تو وہ مُستحق ہوگا۔ لیکن اگر بعد میں لڑکا پیدا ہوجائے۔ تو وقف کا استفادہ پھر اُس نوزائیدہ بچّہ کو پہونچ جائے گا ،

(۳) لفظ "اُولاد" میں واقف کی تمام اولاد۔ پسر و دُختر (ایک یا زیادہ) جو موجود ہو اور جو بعد میں پیدا ہو۔ اور صرف اولاد پسری۔ نسلاً بعد نسل شامل ہے۔ مگر اولاد

اولاد دُختری شامل نہ ہوگی،

(۴) عربی محاورہ کے مطابق اگر مذکّر بصیغہ جمع استعمال کیا جائے۔ اور مرد و عورت دونوں موجود ہوں۔ تو دونوں شامل سمجھے جائیں گے۔ لیکن اگر مرد بالکل نہ ہو۔ تو عورت شامل نہیں سمجھی جائے گی،

لیکن اگر مؤنّث بصیغہ جمع استعمال کیا جائے تو اُس میں مرد شامل نہ ہوں گے خواہ موجود ہوں،

(۵) "اولاد" "فرزندان" "نسل" اور "خلف" سب ہم معنی ہیں،

(۶) "احفاد" وسیع ترین معنی رکھتا ہے۔ اس میں تمام اولاد یعنی پسران و دُختران۔ اولاد پسری و دُختری نسلاً بعد نسل۔ قریبی اور بعیدی۔ سب شامل ہیں،

دفعہ ۱۴ ۔ اگر واقف نے اپنی صرف ایک یا دو پُشتوں کے لئے وقف کیا ہو تو وقف کا استفادہ محض ایک یا دو پُشتوں تک محدود رہے گا تاوقتیکہ اس کے خلاف منشاء نہ ظاہر ہو۔ لیکن اگر اُس نے تین یا تین سے زیادہ پُشتوں کا کا حوالہ دیا ہو تو وقف کا استفادہ نسلاً بعد نسل ہمیشہ پہونچتا رہے گا،

ضروری نوٹ

نمبر ۱ [پہلی پُشت کے لئے وقف] زید نے یہ عبارت تحریر کی "میں اس جائداد کو اپنے "ولد" (یا بچّہ) کے لئے وقف کرتا ہوں" چونکہ لفظ "ولد" استعمال کیا گیا ہے۔ اس لئے واقف کا منشاء محض ایک پُشت کے لئے وقف کرنے کا ظاہر ہوتا ہے۔ اگرچہ اس میں اُس کے پسر و دُختر (ایک یا زیادہ) جو موجود ہیں اور جو بعد میں پیدا

ہوں۔ سب شامل سمجھے جائیں گے۔ لیکن اُن کے بعد وقف کی آمدنی مساکین یا دوسرے کسی مقصد پر صرف ہوگی،

نمبر ۲ [دو پشتوں کے لئے وقف] "میں یہ وقف اپنے ولد اور ولد کے ولد کیلئے کرتا ہوں" "ولد اور ولد کے ولد" کے یہ معنی ہوں گے کہ وقف صرف دو پشتوں کے لئے کیا گیا ہے۔ یعنی پہلی پشت میں تمام پسران و دختران موجودہ اور جو بعد میں پیدا ہوں۔ سب شامل ہوں گے۔ اور دوسری پشت میں صرف اولاد پسری۔ اولاد دختری شامل نہ ہوگی۔

نمبر ۳ [نسلاً بعد نسل] اگر آپ صرف لفظ "ولد" (یا بچہ) کو دو دفعہ (بصیغہ واحد) استعمال کریں گے۔ اور کوئی ایسی عبارت اضافہ نہ کی جائے گی جس سے آپ کا یہ منشا ظاہر ہوتا ہو کہ آپ دو پشتوں کے بعد بھی نسل کے لئے وقف کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ تو (جیسا کہ نمبر ۲ میں ظاہر کیا گیا) وقف صرف دو پشتوں تک ہی محدود رہے گا۔ لیکن اگر آپ ان ہی الفاظ (ولد اور ولد کے ولد) کے ساتھ اس قسم کی عبارت کا اضافہ کر دیں جس سے ظاہر ہوتا کہ صرف دو پشتوں تک نہیں بلکہ آپ نسلاً بعد نسل وقف کو قائم رکھنے کے خواہش مند ہیں تو اس طرح ہو سکتا ہے "میں یہ وقف اپنے ولد اور ولد کے ولد کے لئے کرتا ہوں۔ تاکہ میری نسل کا جب تک سلسلہ منقطع نہ ہو۔ مستفید ہوتی رہے"

لائن شدہ عبارت کی وجہ سے وقف ہمیشہ نسلاً بعد نسل قائم رہے گا۔

نمبر ۴ [لفظ ولد کا استعمال تین مرتبہ] "میں یہ وقف اپنے "ولد"۔ "ولد کے ولد"۔ اور "ولد کے ولد کے ولد" کے لئے کرتا ہوں" بلا کسی مزید عبارت کے (اگرچہ صیغہ واحد ہی استعمال کیا گیا ہے) یہ وقف نسلاً بعد نسل قائم رہے گا۔ کیونکہ لفظ "ولد" (بصیغہ واحد) تین دفعہ استعمال کرنے کے یہ معنی ہو جاتے ہیں کہ وقف تمام نسل کے لئے کیا گیا ہے،

نمبر ۵ (صیغہ جمع) لیکن اگر آپ لفظ "ولد" (یا دیگر ہم معنی لفظ) کو بصیغہ جمع استعمال کریں گے۔ تو محض صیغہ جمع کے استعمال کی وجہ سے اُس کے معنی نسلاً بعد نسل کے سمجھے جاویں گے۔ خواہ آپ کوئی اور عبارت استعمال کریں یا نہ کریں۔ اور خواہ ایک دفعہ

استعمال کریں یا چند مرتبہ۔ مطلب وہی ہوگا۔ مثلاً "میں یہ وقف اپنی اُولاد (یا فرزندان) کے لئے کرتا ہوں"

چونکہ "اُولاد" (بصیغۂ جمع) استعمال کیا گیا ہے۔ اِس لئے وقف تمام نسل کے لئے۔ جب تک کہ ایک بھی زندہ ہے۔ جاری رہے گا۔ اگر آپ یہ لکھیں کہ "میں یہ وقف اپنی اولاد در اولاد کے لئے کرتا ہوں" یا "میں یہ وقف اپنی اولاد کے لئے کرتا ہوں تاکہ وہ نسلاً بعد نسل اِس سے مستفید ہوتی رہے" تو اِن سب کا ایک ہی مطلب ہوگا،

نمبر ۶ (ایک پشت کے لئے وقف ہو تو کون کون مستحق ہوں گے) دفعہ ۴۰ (ا) کے دو حصے سمجھ لیجئے۔ پہلا حصہ تو یہ کہ نہ صرف وہ پسر و دختر مستفید ہوں گے جو موجود ہوں۔ بلکہ جو بعد میں پیدا ہوں وہ بھی مستفید ہوں گے۔ مثلاً "میں یہ وقف اپنے فرزند (یا ولد) کے لئے کرتا ہوں"

فرض کیجئے کہ وقف کرنے کے وقت عمر اور بکر اور حمیدہ اور ساجدہ (پسران ودختران) موجود ہیں۔ اور تین سال بعد ایک دختر آمنہ اور پسر رحمت اور پیدا ہو گئے۔ تو یہ سب استفادہ حاصل کرنے کے مستحق ہوں گے۔

اب دوسری شکل لے لیجئے "میں یہ وقف اپنے فرزند (یا ولد) کے لئے کرتا ہوں" فرض کیجئے کہ کوئی بچہ واقف کا اعلان وقف کے وقت موجود نہیں لیکن ایک متوفی لڑکے کا لڑکا (واقف کا پوتا) موجود ہے۔ تو وہ استفادہ پانے کا مستحق ہوگا (نواسہ اگر ہوگا تو مستحق نہ ہوگا) لیکن اس کے بعد اگر واقف کا کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو وہ مستحق ہو جائے گا۔ اور پوتا مستحق نہ رہے گا۔ فرض کیجئے کہ پہلی اور دوسری پشت میں بھی کوئی نہ ہو۔ لیکن بعد والی پشت یعنی تیسری اور چوتھی اور اُس کے بعد والی بھی موجود ہوں۔ تو وہ سب بحصہ برابر پانے کے مستحق ہوں گے۔ [دفعہ ۴۰ (ا)]

نمبر ۷ [لفظ "فرزند" میں کون کون شامل ہیں] "یہ وقف میں اپنے فرزند کے لئے کرتا ہوں" اگر لڑکا اور لڑکی (ایک یا زیادہ) موجود ہیں تو سب مستفید ہوں گے۔ اگر کوئی لڑکا نہ ہو۔ لیکن لڑکی (خواہ ایک یا زیادہ) موجود ہو۔ تو وہی

مستفید ہو گی۔

نمبر ۸ [پسران کا مفہوم] "یہ وقف میں اپنے پسران کے لئے کرتا ہوں" اگر واقف کے لڑکے اور لڑکیاں دونوں موجود ہوں۔ تو لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں بھی مستفید ہوں گی۔ لیکن اگر صرف لڑکی (ایک یا زیادہ) ہی ہو اور لڑکا کوئی نہ ہو۔ تو لڑکیاں قطعی محروم رہیں گی۔

اسی طرح "میں یہ وقف اپنے برادران کے لئے کرتا ہوں" بھائی اور بہن دونوں موجود ہوں تو دونوں مستفید ہوں گے، اگر صرف بہن (ایک یا زیادہ) ہے اور بھائی نہیں ہے۔ تو بہن قطعی محروم ہو گی۔ لیکن

"یہ وقف میں اپنی دختران کے لئے کرتا ہوں" خواہ بیٹے موجود ہوں مگر صرف دختران ہی مستفید ہوں گی۔ بیٹوں کو کچھ نہ ملے گا،

اب اسی مثال کی دوسری شکل لے لیجئے۔ "میں یہ وقف اپنے پسران کے لئے کرتا ہوں"

(الف) اگر آپ کے کم سے کم دو (یا دو سے زیادہ) لڑکے موجود ہوں تو سب کو ملے گا۔ اور حصہ برابر ملے گا۔

(ب) اگر صرف ایک لڑکا ہے۔ تو نصف ملے گا۔ بقیہ نصف مساکین کو ملے گا۔

(ج) اگر کوئی لڑکا نہ ہو۔ مگر لڑکی (ایک یا زیادہ) ہو تو اُس کو کچھ نہ ملے گا۔ سب مساکین کو مل جائے گا،

نمبر ۹ [لفظ "پسر" کا مفہوم] "یہ وقف میں اپنے پسر کے لئے کرتا ہوں" اس میں دختر شامل نہ ہو گی،

مذکورہ بالا مثالوں میں ہم نے لفظ ولد اور اولاد کا فرق۔ لفظِ فرزند کا مفہوم اور پسر اور پسران کا فرق دکھا دیا۔ ذیل میں ہم چند عام مثالیں درج کرتے ہیں جن سے ظاہر ہو گا کہ الفاظ کے ہیر پھیر اور ضمیروں کے ردو بدل سے مطلب میں کس قدر فرق ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ تحریر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اکثر فقہاء اس امر پر متفق ہیں کہ لفظِ اولاد میں نہ صرف اولادِ پسری

بلکہ دختر کی اولاد بھی شامل ہے۔ لیکن فتاویٰ عالمگیری میں یہ رائے ظاہر کی گئی ہے کہ اِس میں دُختر کی اولاد شامل نہیں ہے۔ اولاد کی جو وضاحت ہم نے دفعہ ۴۰۰ (۲) میں اور مذکورہ بالا مثالوں میں کی ہے وہ فتاویٰ عالمگیری کی رائے پر مبنی ہے چونکہ ہندوستان میں اُسی کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ بہرکیف اگر اولادِ دُختری کو بھی وقف سے مستفید کرنا ہو تو انسب یہ ہے کہ صریح الفاظ میں اس کی بابتہ تحریر کردیا جایا کرے۔ ورنہ لفظ "احفاد" کو استعمال کیا جائے جو اِس مطلب کے لئے وسیع ترین لفظ ہے)

مثال [متوفی پسر کی اولاد] زید نے یہ عبارت درج وقف نامہ کی "یہ وقف میری اولاد۔ اور اُن کی اولاد۔ اور اُن کی اولاد کی اولاد کے لئے ہے"۔ زید کی جو اولاد تحریر وقف نامہ کے وقت موجود ہو۔ اور جو بعد میں پیدا ہو وہ سب مستفید ہونے کے مستحق ہوں گے۔ لیکن زید کے جو بیٹے تحریر وقف نامہ سے پیشتر مر چکے ہیں اور جن کی اولاد موجود ہے۔ وہ مستحق نہ ہوں گے۔ کیونکہ "اُن کی" ضمیر صرف موجودہ اولاد کی آئندہ اولاد سے تعلق رکھتی ہے۔ اِس لئے متوفی پسران کی اولاد محروم رہے گی،

لیکن اگر عبارت یہ ہو کہ "یہ وقف میری اولاد۔ اور میری اولاد کی اولاد اور اُن کی اولاد کی اولاد کے لئے ہے" تو واقف کے جو پسران تحریر وقف نامہ سے پیشتر مر چکے ہیں مگر جن کی اولاد وقت تحریر موجود ہے۔ وہ بھی مستحق ہوگی۔ چونکہ "میری اولاد کی اولاد" میں وہ پوتے بھی شامل ہوں گے جن کے والدین پیشتہ گذر چکے ہیں،

ایک اور مثال پیش کی جاتی ہے۔

زید نے یہ عبارت تحریر کی "یہ وقف میرے بچوں کے لئے۔ جو موجود ہیں۔ اور میری نسل کے لئے ہے" اس میں جو بچے بعد میں پیدا ہوں گے وہ بھی شامل ہوں گے، کیونکہ اگرچہ الفاظ "جو موجود ہیں" صرف یہی ظاہر کرتا ہے کہ وقف موجودہ بچوں کے لئے کیا گیا ہے مگر بعد کی عبارت اور "میری نسل" میں بعد کے پیدا ہونے والے بچے بھی شامل ہوں گے۔ گویا پوری عبارت کے پڑھنے سے

یہ مطلب حاصل ہوا کہ موجودہ اور آئندہ دونوں بچّہ شامل ہیں۔ (دفعہ ۳۹)
لیکن اگر عبارت یہ ہوتی کہ "یہ وقف میرے بچّوں کے لئے۔ جو موجود ہیں اور اُن کی نسل کے لئے ہے" تو اس سے بعد کے پیدا ہونے والے بچّے نکل جائیں گے۔

(یہ تمام اصول اور مثالیں ہم نے عربی کتابوں کے ترجموں سے اخذکی ہیں۔ ان کے صحیح ہونے کے متعلق امکانی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن بہت ممکن ہے کہ کہیں نادانستہ طور پر غلطی ہوگئی ہو۔ لیکن ہمارا یہ مطلب ہے کہ ان الفاظ کو جن کی وضاحت کی گئی ہے استعمال کرنے سے پیشتر اُن کے مفہوم کا علم ہو جائے تاکہ کوئی غلطی یا ابہام باقی نہ رہے۔ ورنہ حتی الامکان اپنے منشار کو بلا الفاظ کی پابندی کے ہمیشہ صاف اور غیر مبہم عبارت میں ظاہر کرنا ہی انسب ہے)

(کاتب دستاویز پر اس بارے میں بڑی ذمّہ داری عاید ہوتی ہے۔ اُمید ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد اُن کو اپنی ذمّہ داری کا بھی احساس ہو جائے گا اور وہ زیادہ احتیاط بھی عمل میں لائیں گے)

دفعہ ۴۲۔ اگر وقف کسی شخص (یا اشخاص) کے حق میں اُس کو (یا اُن کو) نامزد کر کے کیا جائے گا تو وہی شخص (یا اشخاص) اُس سے مستفید ہونے کا مستحق ہوگا (یا ہوں گے)

نوٹ۔ "یہ وقف میں اپنے پسر عُمر کے لئے کرتا ہوں" واقف کے تین پسر ہیں۔ بکر۔ عمر اور محمود۔ لیکن صرف عمر ہی مستفید ہوگا۔ کیونکہ اُس کو نامزد کر دیا گیا ہے۔

دفعہ ۴۳۔ اگر کوئی واقف اپنے "قریب ترین رشتہ داران" کے لئے وقف کر دے۔ اور کوئی مزید صراحت نہ کرے۔ تو حسب ذیل اشخاص میں سے جو موجود ہوں گے۔ وہ استفادہ حاصل کرنے کے مستحق ہوں گے اور بعد والے سب

محروم ہوجائیں گے۔

(الف) پسران ودختران،

(ب) باپ اور ماں،

(ج) پوتے اور پوتیاں،

(د) دادا، اور دادی،

(ہ) برادران وہمشیرگان،

نوٹ۔ پہلی شاخ اگر موجود ہے تو بعد والی سب شاخیں محروم ہوجائیں گی۔ اور پہلی شاخ کے ختم ہونے پر مساکین مستحق ہوں گے۔ اگر پہلی شاخ موجود نہ ہو تو باپ اور ماں مستحق ہوں گے۔ اور بقیہ سب محروم ہوجائیں گے، اور اسی طرح یہ سلسلہ رہے گا،

لیکن اگر مضمون یہ ہو کہ "میں یہ وقف اپنے قریب ترین رشتہ داران کے لئے اور پھر قریب ترین رشتہ داران کے لئے کرتا ہوں" تو ایک شاخ کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری سلسلہ وار مستحق ہوتی چلی جائے گی اور سب شاخوں کے ختم ہوجانے پر مساکین مستحق ہوں گے،

برادران شیعہ کے قانون کے مطابق سلسلہ اس طرح ہوگا۔

(۱) واقف کی اولاد بشمول باپ اور ماں،

(۲) دادا۔ اور دادی بشمول برادران و اولاد برادران،

(۳) چچا اور ماموں بہ سلسلہ وراثت،



(۳) موقوف علیہم میں منافع کی تقسیم کے قاعدے

دفعہ ۴۴۔ قانون وراثت کا مسلمہ اصول کہ مرد کو عورت سے دُگنا ملتا ہے۔ قانونِ وقف سے متعلّق نہیں ہے،

دفعہ ۴۵۔ اگر وقف چند مقاصد یا چند موقوف علیہم کے لئے کیا جائے تو اُن کے درمیان وقف کا منافع ایک ساتھ اور بحصّہ برابر تقسیم ہوگا،

دفعہ ۴۶۔ اگر وقف متعدد اشخاص کی ایک جماعت کے لئے کیا گیا ہو۔ اور اُن میں سے ہر ایک کی فرداً فرداً تخصیص کردی گئی ہو۔ تو وہ سب آپس میں بحصّہ برابر استفادہ پانے کے مستحق ہوں گے۔ اور اُن میں سے ہر ایک کی وفات کے بعد متوفی کے حصّہ کا منافع مساکین پر صرف ہوگا۔ اور جو بچے گا وہ باقی ماندہ لوگوں پر تقسیم ہوگا،

دفعہ ۴۷۔ اگر وقف اولاد کے حق میں نسلاً بعد نسل کیا جائے۔ اور حصّہ کشی کے متعلق کوئی ہدایت نہ کی جائے۔ تو تمام موقوف علیہم اور اُن کی اولاد بشمول اُناث بحصّہ برابر منافع پانے کے مستحق ہوں گے،

نوٹ۔ فرض کیجئے عمر نے اپنی اولاد کے لئے بشمول اولاد دختری نسلاً بعد نسل مستفید ہونے کے لئے وقف کیا۔ اور کوئی ہدایت نہ کی کہ پسران اور دختران اور اُن کے بعد اُن کی اولاد کو کس نسبت سے حصّہ ملنا چاہیے۔ تو حصّہ کی تقسیم (بحساب "فی کس") برابر برابر ہوتی چلی جائے گی۔ ذیل کی مثال سے مطلب صاف ہو جائے گا،

عمر نے وقف علی الاولاد کیا۔ عمر کی وفات پر تین پسر حنیف۔ صدیق۔ حبیب اور

دختر زینب اُس کی اولاد تھی۔ اب منافع کے چار حصے ہوں گے تین حصے بیٹوں کے۔ ایک حصہ بیٹی کا۔ (اگر وراثت کا مسئلہ ہوتا تو ۷ حصے ہوتے جس میں سے چھ بیٹوں کو ملتے اور ایک بیٹی کو) اب فرض کیجئے کہ زینب کا انتقال ہوگیا۔ اور اُس نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اب منافع کے تین حصے ہو جائیں گے۔ اور تینوں بیٹے بحصہ برابر لیتے رہیں گے۔ اِس کے بعد صدیق کا انتقال ہوگیا۔ اور اُس نے تین بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑے۔ صدیق کی پانچوں اولاد کے ۵ حصے ہوئے۔ اور حنیف اور حبیب کے دو۔ اِس طرح منافع ۷ حصوں میں تقسیم ہوکر سب کو برابر ملے گا۔ اور اسی طرح آئندہ سلسلہ جاری رہے گا۔ گویا ہر شخص کے مرنے پر سب کا حصہ کم و بیش ہوتا رہے گا۔ اِس کو بحساب "فی کس" کہتے ہیں،

دفعہ ۴۸۔ اگر وقف اولاد کے لئے نسلاً بعد نسل کیا جائے۔ اور واقف کا یہ منشا ظاہر ہوتا ہو کہ ہر متوفی پسر یا دختر کے مرنے پر اُس کی اولاد کو اسی متوفی پسر یا دختر کا حصہ ملتا رہے۔ تو منافع "شاخ وار" تقسیم ہوگا نہ کہ بحساب "فی کس"۔

نوٹ۔ فرض کیجئے کہ زید نے وقف علی الاولاد کیا۔ اور یہ ہدایت کی کہ میرے پسر اور دختر منافع سے مستفید ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کے انتقال کے بعد اس کا حصہ اس کی اولاد کو ملے گا۔ اور اِسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ زید کا انتقال ہوگیا اور اس نے محمود پسر اور ہندہ دختر چھوڑے۔ منافع دونوں کو بحصہ برابر ملے گا۔ اِس کے بعد محمود کا انتقال ہوگیا۔ اور محمود نے چار اولادیں چھوڑیں۔ محمود کے نصفی منافع کے چار حصے ہوکر اس کی چاروں اولادوں کو (خواہ اولاد ذکور ہو یا اناث) ملتے رہیں گے۔ اب فرض کیجئے کہ محمود کے پسران میں سے ایک فوت ہوگیا۔ تو اُس پسر کا حصہ یعنی $\frac{1}{2}$ کا $\frac{1}{4}$ = یعنی $\frac{1}{8}$ اُس کی اولاد پر بحصہ برابر تقسیم ہوگا۔ اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔ اس کو حصہ "شاخوار" کہتے ہیں،

۴۔ مساکین میں تقسیم کرنے کا اصول

دفعہ ۴۹۔ جب کسی وقف کا منافع مساکین میں قابل تقسیم ہو۔ تو حسب ذیل اصول پر سلسلہ وار تقسیم کرنا چاہیئے،

(۱) اگر خود واقف کی نسل میں سے کوئی موجود ہو تو اُس کو

(۲) واقف کے رشتہ داران،

(۳) واقف کے ہمسائے،

(۴) واقف کے ہم وطن۔ حتیٰ الامکان وہ لوگ جن کے مکانات واقف کے قریب تر ہوں،

نوٹ۔ یہ شرعی اصول ہے کہ مساکین میں سے بھی سب سے پہلے واقف کی محتاج اور غریب اولاد مستحق ہے۔ اُس کے بعد غریب رشتہ داران اور اسی طرح۔

باب ہفتم

وقف کا انتظام

متولّی

(۱) متولّی ہونے کی اہلیّت

دفعہ ۵۰۔ (۱) ہر شخص۔ مرد یا عورت۔ اور خواہ کسی مذہب کا پیرو ہو۔ متولّی ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ بالغ ہو اور فاترالعقل نہ ہو،

(۲) اگر کوئی نا بالغ یا پاگل شخص متولّی مقرر کیا جائے گا تو اُسکا تقرر باطل ہوگا،

(۳) واقف خود بھی متولّی ہوسکتا ہے،

(۴) اگر حق تولیت وراثتاً کسی نا بالغ کو پہونچ گیا ہو۔ تو عدالت اُس کی نا بالغی کے زمانہ میں کام کرنے کے لیے دوسرے کو متولّی مقرر کرسکتی ہے،

نوٹ - متولّی ہونے کے لئے کسی مذہب کی قید نہیں۔ نہ جنس کی کوئی شرط ہے۔ ہر بالغ شخص کو متولّی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ فاتر العقل متولّی مقرر نہیں ہوسکتا۔
چند اشخاص کی کمیٹی بھی بطور متولّی کام کرنے کے لئے مقرر کی جا سکتی ہے -
آفشل ٹرسٹی بھی بطور متولّی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ تنہا متولّی ہوگا =

دفعہ ۱۵ - کسی متولّی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے بستر مرگ پر کسی دوسرے شخص کو متولّی مقرر کردے۔ بشرطیکہ اِس کے خلاف واقف کی ہدایت یا کوئی رواج نہ ہو۔

(۲) متولّی اور اُس کے جانشین کا تقرر اور علیحدگی

[تقرر ولی کے سلسلہ میں دفعہ ۱۵ معہ نوٹ دیکھ لیجئے۔ حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اعلانِ وقف کے ساتھ متولّی کا تقرر قانوناً لازمی ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحؒ کے نزدیک لازمی نہیں]

دفعہ ۵۲ - بقول حضرت امام ابو یوسف رح - اگر اعلانِ وقف کے ساتھ کوئی متولّی مقرّر نہ کیا گیا ہو۔ تو خود واقف متولّی متصوّر کر لیا جائے گا،

نوٹ - اگر اعلان وقف کے وقت کوئی متولّی مقرر نہ کیا گیا ہو تو شرائع الاسلام یعنی قانون برادران شیعہ کے مطابق خود موقوف علیہم متولّی متصوّر ہوں گے ۔

دفعہ ۵۳ - (۱) واقف مجاز ہے کہ وقف نامہ میں یہ تحریر کر دے کہ فلاں طریقہ کے مطابق - اور فلاں شرط کے ساتھ - اور اِس قدر عرصہ کے لئے - فلاں شخص متولّی مقرر کرنے کا مجاز ہو گا،

(۲) اگر اس قسم کی ہدایت موجود نہ ہو - تو جس طریقہ پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے - اُس کی شہادت کافی ہوگی،

نوٹ - ہر قسم کی شرائط بابتہ تقرر متولّی وقف نامہ میں درج کی جا سکتی ہیں، مثلاً عُمر اُس وقت تک متولّی رہے گا جب تک کہ زید صحت یاب ہو جائے۔ محمود اُسی زمانہ تک متولّی رہے گا جب تک کہ وہ الہ آباد میں رہے۔ حمید اپنی شادی کر لینے کے وقت تک متولّی رہے گا - اور بعد شادی کے زید اُس کی جگہ لے گا،

دفعہ ۵۴ - عہدۂ تولیت کا ایک کے بعد دوسرے پر وراثتاً منتقل ہوتے رہنا قانونِ اسلامی کے خلاف ہے،

دفعہ ۵۵ . اگر وقف نامہ میں متولّی اور اُس کے جانشین کے متعلق صراحتاً یا کنایتہً کوئی ہدایت نہ پائی جائے، تو ۔

(۱) خود واقف متولّی مقرّر کرنے کا مستحق ہوگا،

(۲) واقف کی وفات کے بعد اُس کا وصی (کارکن) مستحق ہوگا،

(۳) وصی کے اور وصی کے جانشین کی وفات کے بعد عدالت متولّی مقرر کرنے کی مجاز ہوگی،

نوٹ - واقف کو اختیار حاصل ہے کہ وہ یکے بعد دیگرے متولیوں کو نامزد کردے یا اگر وہ نام بنام متولیوں کو نامزد نہ کرے تو کسی خاص جماعت میں سے متولیوں کے تقرر ہونے کی بابتہ تحریر کردے - اور اُن کی قابلیت کی نوعیّت کا بھی اظہار کردے - اور یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ متولّی کو اپنا جانشین مقرر کرنے کا مجاز کردے،

دفعہ ۵۶ - اگر وقف نامہ میں اِس کے خلاف ہدایت نہ پائی جائے - تو ہر ایک متولّی بستر مرگ پر اپنا جانشین نامزد کرنے کا مجاز متصوّر کیا جائے گا - لیکن کوئی متولّی اپنی زندگی میں عہدۂ تولیت کسی دوسرے کو منتقل کرنے کا مجاز نہیں،

نوٹ - صرف مرنے سے کچھ قبل ہی موجودہ متولّی اپنے جانشین کو نامزد کرسکتا ہے بشرطیکہ اِس کے خلاف کوئی ہدایت نہ ہو - اگر تندرستی کی حالت میں وہ کسی کو نامزد کرے گا تو یہ تولیت کو منتقل کردینے کے برابر تصوّر کیا جائے گا اور ناجائز ہوگا (دفعہ ۵۱)

موجودہ متولّی کا بستر مرگ پر اپنا جانشین مقرر کرنا اس وجہ سے مناسب سمجھا گیا ہے کہ اُس کی وفات کے بعد وقف بلا نگرانی کے نہ رہے،

دفعہ ۵۷۔ (۱) عدالت کو متوّلی مقرر کرنے کے لئے نہایت وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ اور وہ معقول وجوہات کی بناء پر موجودہ متوّلی کو علٰحدہ بھی کرنے کی مجاز ہے۔ لیکن متولی مقرر کرتے وقت عدالت حتی الامکان واقف کی منشار کا لحاظ رکھے گی۔ اور جہاں تک ممکن ہوگا واقف کے اہلِ خاندان میں سے کسی موزوں شخص کو متولی مقرر کرے گی،

(۲) عدالت کو یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ وقف کے انتظام کے لئے ایک دستور العمل اور قواعد مقرر کرے،

(۳) اگر کوئی متوّلی فرائض تولیت انجام دینے کا اہل نہ ہو۔ تو عدالت۔ باوجود واقف کی اِس ہدایت کے کہ وہ متوّلی علٰحدہ نہ کیا جائے۔ اُس کو علٰحدہ کرسکتی ہے،

تشریح۔ باوجود سرمایہ ہونے کے جائداد موقوفہ کی مرمّت نہ کرانا متوّلی کی علٰحدگی کی معقول وجہ ہوسکتی ہے،

دفعہ ۵۸۔ (۱) بقول حضرت امام محمّد رح۔ واقف متوّلی کو مقرر کردینے کے بعد کسی وقت اُس کو علٰحدہ نہیں کرسکتا۔ تاوقتیکہ وقف نامہ میں اُس نے یہ اختیار محفوظ نہ کرلیا ہو،

(۲) بقول حضرت امام ابو یوسف رح۔ واقف بلا اِس قسم کے اختیار کے محفوظ کئے ہوئے جب چاہے متولی کو علٰحدہ کرسکتا ہے،

(نوٹ) اس بارے میں حضرت امام محمّد رح کی رائے پر فتویٰ ہے،

دفعہ ۵۹۔ متوّلی۔ بلا واقف یا عدالت کی اجازت کے تولیت کو نہیں چھوڑ سکتا،

(۳۱) متولّی کی خدمات کا معاوضہ

دفعہ ۶۰ (۱) واقف کے لئے جائز ہے کہ وہ متولی اور اُس کے جانشینوں کو مقررہ معاوضہ لینے کا مجاز کر دے،

(۲) لیکن اگر متولّی کے لئے وقف نامہ میں کوئی معاوضہ مقرر کیا گیا ہو تو بجز پہلے متولّی کے اور کوئی بعد والا متولّی اُس کی وصول یابی کا۔ بلا حکم عدالت مستحق نہ ہوگا۔ بشرطیکہ وقف نامہ کی عبارت سے واقف کا منشاء اس کے خلاف نہ ظاہر ہوتا ہو،

(۳) جس مقررہ معاوضہ کے لینے کا واقف نے بذریعہ وقف نامہ متولّی کو مجاز کر دیا ہو وہ اُسی قدر وقف کی آمدنی سے وصول کرنے کا مستحق ہوگا۔ لیکن اس وصول یابی کی وجہ سے اُس کو جائداد موقوفہ میں ایسا حق حاصل نہ ہوگا کہ جائداد موقوفہ اُس کے خلاف کسی ڈگری میں قرق یا نیلام کرائی جا سکے،

(۴) اگر وقف نامہ میں کوئی معاوضہ مقرر نہ کیا گیا ہو۔ تو متولّی کی درخواست پر عدالت اُس کو مقرر کر کے وصول کرنے کا مجاز کر سکتی ہے،

(۴) متولّی کے اختیارات۔ حقوق اور ذمہ داریاں

دفعہ ۶۱ متولّی جائز طور سے تمام وہ کام کر سکتا ہے جو جائداد موقوفہ کو قائم و برقرار رکھنے کے لئے ضروری اور انتظامی لحاظ سے معقول و مناسب ہوں،

نوٹ۔ جائداد کو محفوظ رکھنے اور اُس کو عمدہ حالت میں قائم رکھنے کے لئے متولّی کو نہ صرف مرمت وغیرہ کرانے کا اختیار حاصل ہے بلکہ یہ اُس کا فرض ہے۔ اخراجات مرمت موقوف علیہم پر منافع تقسیم کرنے سے مقدم ہیں۔ البتہ وہ محض آرائش کے طور پر غیر ضروری

اضافہ کرنے کا مجاز نہیں،

(۶) حسب ضرورت کارندوں کو ملازم رکھ سکتا ہے۔ کارندوں کے اختیارات متولّی کے ساتھ ختم ہوں گے،

دفعہ ۶۲۔ تاوقتیکہ وقف نامہ میں صریح اجازت موجود نہ ہو۔ کوئی متولّی کسی ضرورت کے لئے بھی وقف کے متعلق بغیر اجازت عدالت۔ قرضہ لینے کا مجاز نہیں، لیکن اگر اشد ضرورت کی وجہ سے قرضہ لے لیا ہو۔ تو ضرورت ثابت ہونے پر عدالت قرضہ جائز ہونے کے متعلق بعد میں بھی منظوری دینے کی مجاز ہے،

نوٹ۔ بعض اوقات ایسی اشد اور فوری ضروریات پیش آجاتی ہیں کہ عدالت کی اجازت حاصل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً مالگذاری یا ٹکس ادا کرنا ضروری ہے اور عدالت کی اجازت حاصل کرنے کا موقعہ نہیں اور بجز قرض لینے کے چارہ نہیں تو ایسی صورتوں میں عدالت بعد میں بھی منظوری دیدیتی ہے،

دفعہ ۶۳۔ بلا صریح ہدایت کے۔ یا بلا عدالت کی اجازت کے۔ متولّی جائداد موقوفہ کو فروخت یا کسی دیگر طریقہ سے منتقل کرنے کا مجاز نہیں،

نوٹ۔ دفعہ ۲۱ رسالہ ہذا۔ و نیز ٹرسٹ ایکٹ کی دفعہ ۶۳ ملاحظہ ہو،

دفعہ ۶۴۔ اگر جائداد موقوفہ سکنی ہو۔ تو متولّی اُس کو زیادہ سے زیادہ ایک سال کے لئے اور اگر زرعی ہو تو تین سال کے لئے لگان پر دینے کا مجاز ہے۔ اِس سے زیادہ عرصہ کے لئے عدالت کی اجازت ضروری ہے،

(۵) بلا کسی استحقاق کے جائداد موقوفہ کا انتظام کرنا

دفعہ ۶۵۔ اگر کوئی شخص بلا کسی استحقاق و اختیار کے۔ جائداد موقوفہ کا انتظام کرنے لگے۔ تو وہ قانون کی نگاہوں میں "امین" (ٹرسٹی) سمجھ لیا جائیگا اور تمام افعال کا ذمہ دار اور جوابدہ ہوگا،

قانونِ میعاد متعلّقہ اوقاف

اہم اور قابلِ توجّہ ترمیمات

سنہ ۱۹۲۹ء - یعنی قانون میعاد (ایکٹ نمبر ۹ بابت سنہ ۱۹۰۸ء) میں ترمیمات ہونے سے قبل - اوقاف کے متعلّق بھی تقریباً وہی میعاد متعلّق تھی جو معمولی جائدادوں کے لئے مقرر تھی - یعنی اگر جائداد موقوفہ کا متولّی یا مہتمم اس کی آمدنی بجائے اغراض وقف میں صرف کرنے کے ناجائز طور پر صرف کر دیتا یا خورد برد کر دیتا تھا تو تین سال کے اندر اندر اس پر دعوے دائر ہو سکتا تھا - بعد تین سال کے اس رقم کے متعلّق کوئی چارہ جوئی بوجہ تمادی نہ ہو سکتی تھی - اسی طرح اگر خود واقف یا کوئی متولّی جائداد موقوفہ کو ناجائز طور سے رہن کر دیتا یا کسی کو بیع کر دیتا تھا تو اس کی واپسی کے لئے رہن یا تاریخ بیع سے ۱۲ سال کے اندر اندر دعوے دائر کیا جا سکتا تھا - ۱۲ سال گذر جانے کے بعد بوجہ تمادی کوئی دعویٰ نہ ہو سکتا تھا - لیکن قانون میعاد میں اوقاف کے متعلّق جو جدید ترمیمات ایکٹ نمبر ۱ سنہ ۱۹۲۹ء (دیکھو سرکاری گزٹ صوبہ متحدہ حصہ ششم صفحہ نمبر ۱ مورخہ ۲ مارچ سنہ ۱۹۲۹ء) کے ذریعہ سے کی گئی ہیں وہ نہایت اہم اور فائدہ رساں ہیں - اور ان ترمیمات نے اوقاف کو بہت بڑی حد تک خطرات اور تباہی سے محفوظ کر دیا ہے - یعنی اب اگر کوئی متولّی جائداد موقوفہ کی آمدنی ناجائز طور پر صرف کر دے یا خورد برد کر دے تو متولّی کے خلاف اس کے متعلّق نالش دائر کرنے کے لیے کوئی میعاد مقرر نہیں ہے - ہر وقت نالش دائر کی جا سکتی ہے اور متولّی مذکور تمادی کا کوئی

عذر نہیں اُٹھا سکتا۔ اِسی طرح اگر کوئی متولّی یا مہتمم جائداد موقوفہ کو بذریعہ رہن یا بیع منتقل کردے تو اِس نوعیت کے انتقال کی منسوخی کے لئے ۱۲ سال کی میعاد مقرر کی گئی ہے۔ لیکن یہ میعاد تاریخ انتقال سے شمار نہیں کی جائے گی بلکہ مدّعی کو "علم" ہونے کی تاریخ سے شروع ہوگی۔ اسی طرح جائداد موقوفہ کی واپسی کی نالش کے لئے بھی ۱۲ سال کی میعاد تاریخ انتقال سے نہیں بلکہ منتقل کرنے والے کی موت۔ استعفا یا علٰحدگی کی تاریخ سے شروع ہوگی۔ اِن ترمیمات کی وجہ سے (جن کے متعلّق ہمارے قابلِ فخر بزرگ عالی جناب آنریبل جسٹس سرشاہ محمد سلیمان صاحب بہادر جج عدالت العالیہ الہ آباد کی کوششوں کا بھی بہت کچھ دخل ہے) بہت سہولیت ہوگئی ہے۔ اور مسلمانوں کو اُن سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اِس سلسلہ میں جو تشریحات آنریبل جج صاحب موصوف نے فرمائی ہیں وہ انگریزی رسالہ اِسٹار الہ آباد مورّخہ ۱۶ ر دسمبر ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی ہیں۔ جن کا مطالعہ خالی از دلچسپی نہیں۔

۱۔ خلاصہ قانون معہ ضروری نوٹ

نوٹ۔ رسالہ ہٰذا میں قانون وقف علی الاولاد کے متعلق تمام ضروری اصول و مسائل شرعیہ حتی الامکان تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اب ہم اُن تمام مسئلوں کو مسلسل طریقہ پر نہایت اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو ایک نگاہ میں ضروری واقفیت حاصل ہو جائے۔ لیکن محض اس خلاصہ کا مطالعہ ناکافی ہے۔ مسائل شرعی تو ناقابل ترمیم ہیں۔ لیکن چونکہ خود فقہا میں بعض فروعی مسائل میں خفیف اختلافات ہیں۔ اس لئے عدالتیں بعض اوقات اُن میں سے کسی ایک کی رائے کو مانتے ہوئے دوسرے کی رائے کو (خواہ اُسی کی رائے پر فتویٰ ہو) نظر انداز کر دیتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر وقف نامے اُن خفیف اختلافات کی بنا پر بعد میں منسوخ یا ناقص قرار دیئے جاتے ہیں۔ اور واقف کا اصلی منشا فوت ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے فروعی اختلافات رسالہ ہٰذا کے بغور مطالعہ سے معلوم ہو جائیں گے۔ یہاں یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حنفی مسلمانوں کے تین اماموں یعنی حضرت امام ابو حنیفہ رح۔ حضرت امام محمّدؒ رح اور حضرت امام ابو یوسف رح میں سے تقریباً تمام مسائل میں حضرت امام ابو یوسف رح کی رائے تمام اسلامی دنیا میں متفقہ طور سے صحیح مانی گئی ہے اور اُن ہی کی رائے پر عمل درآمد ہے لیکن فروعی اختلاف کی بنا، پر عدالتوں کے رجحان کو مدنظر رکھتے ہوئے مولّف کی ناچیز رائے میں یہ ہر لحاظ سے بہتر ہے کہ تحریر وقف نامہ کے وقت اُس کو ہر ایک فقیہ کی رائے کے مطابق کر دیا جائے تاکہ اُس کے ناقص ہو جانے کا کوئی احتمال ہی نہ رہے اس منشا کو ظاہر کرنے کے لیئے ہم ایک مثال پر قناعت کرتے ہیں۔ مثلاً۔ مداومت (ہمیشگی) وقف کی ایک اہم ترین قانونی خصوصیت ہے یعنی وقف ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہونا چاہیئے نہ کہ کسی مقرّرہ یا محدود زمانہ کے لئے، حضرت امام ابو یوسف رح کے نزدیک اِس (مداوت ہمیشگی) کا صاف اور صریح الفاظ میں ظاہر کرنا ضروری نہیں۔ لیکن حضرت امام محمد رح کے نزدیک اس کا اظہار الفاظ میں کرنا ضروری ہے، فتویٰ حضرت امام ابو یوسف رح کی رائے پر ہے لیکن اگر صاف الفاظ میں تحریر کر دیا جائے کہ وقف ہمیشہ کے لئے کیا گیا ہے تو یہ دونوں فقہا کی رائے کے مطابق ہو جائے گا۔ کیونکہ حضرت امام ابو یوسف رح کی رائے کا منشا صرف یہ ہے کہ اِس خصوصیت کا الفاظ میں ظاہر کرنا لازمی امر نہیں ہے۔ گویا الفاظ میں اگر اس کا

اظہار کر دیا جائے تو کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہر ایک مختلف فیہ مسئلہ کے متعلق عمل کرنا مناسب ہے۔ قبالہ نویسوں کو خصوصیت کے ساتھ اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ کسی وقف نامے کے جائز یا ناجائز ہو جانے کا اُن کے طرز تحریر پر بہت زیادہ انحصار ہے،

۲۔ خلاصہ قانون

۱۔ وقف کے معنی

"وقف" کے لُغوی یا لفظی معنی ہیں "باندھنا" یا "روکنا"۔ قانونی اصطلاح میں اس کے معنی "کسی مخصوص جائداد کو کسی کار خیر کے واسطے ہمیشہ کے لئے فی سبیل اللہ نذر کر دینے" کے ہیں۔ محض لفظ "وقف" کا استعمال اس مقصد کو ظاہر کر دینے کے لئے کافی ہے۔ لیکن اس لفظ کا استعمال کرنا لازمی نہیں۔ اگر تمام عبارت سے وقف کرنے کی غرض ظاہر ہوتی ہو تو کافی ہے۔ بشرطیکہ (دونوں حالتوں میں) وقف کو مکمل کرنے کے لئے جو شرائط ضروری ہیں۔ اُن کی تکمیل کر دی گئی ہو۔ الغرض وقف قائم کرنے کے لئے کسی خاص جملہ۔ فقرہ۔ یا عبارت کی ضرورت نہیں ہے۔ اصل چیز منشاء وقف ہے۔ خواہ اُس کا اظہار کسی طریقہ سے کیا جائے،

۲۔ وقف کون کر سکتا ہے؟

ہر وہ شخص جو (۱) جائداد کا مالک ہو اور جس کو اس کے منتقل کرنے کے متعلق قطعی اختیارات حاصل ہوں۔ اپنی جائداد کو وقف کرنے کا مجاز ہے۔ بشرطیکہ وہ (۲) اپنی خوشی سے ایسا کرے۔ کسی دباؤ یا مجبوری سے ایسا نہ کرے (۳) اُس کا بالغ و عاقل ہونا بھی لازمی ہے۔ یعنی وہ اپنی عمر کے (خواہ مرد ہو یا عورت) ۱۸ سال پورے کر چکا ہو۔ اور اگر کبھی عدالت سے اُس کا ولی زیر ایکٹ نمبر ۸ سنہ ۱۸۹۰ء مقرر ہو چکا ہو۔ تو ۲۱ سال پورے کر چکا ہو۔ بعض اوقات جن نابالغان کے ولی دوران مقدمہ ضابطہ دیوانی کی رو سے مقرر کئے جاتے ہیں وہ بھی ۱۸ سال ہی کی عمر میں بالغ ہوتے ہیں۔ کوئی فاترالعقل یا پاگل شخص وقف نہیں کر سکتا۔ (۴) اُس کی صحت بھی معمولی ہونی چاہیئے۔ یعنی وہ "مرض الموت" میں مُبتلا نہ ہو۔ اگر مرض الموت کے دوران میں وقف کیا جائے گا تو اُس پر وصیّت کا اطلاق ہوگا (۵) یہ بھی ضروری ہے کہ واقف مقروض نہ ہو۔ یعنی اگر وہ قرضہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہے اور جائداد کو وقف کرنے کا یہ نتیجہ ہو کہ اُس کے قرضخواہوں کا قرضہ وصول نہ ہو سکتا ہو۔ تو وہ وقف ناجائز ہو جائیگا۔ اور قرضخواہ وقف کو منسوخ کرا کر اُس سے اپنا قرضہ وصول کر سکیں گے۔

۳۔ اغراضِ وقف ہر ایک کارِ خیر کے لئے وقف کیا جا سکتا ہے۔ مذہب اسلام میں امورِ خیر کو نہایت وسعت حاصل ہے۔ ہر ایک وہ غرض جس سے کسی مخصوص فرد۔ مخصوص افراد۔ کسی خاص جماعت۔ یا بنی نوعِ انسان کو عام طور سے فائدہ پہونچ سکے۔ شرعاً کارِ خیر میں داخل ہے۔ مساجد۔ سرائیں۔ مسافر خانے۔ محتاج خانے۔ قائم کرنا یا اُن کے لئے جائداد وقف کرنا۔ یا ہسپتال یا اُں وغیرہ تعمیر کرنا یا اُن کے لئے جائداد وقف کرنا۔ مصالحہ عامہ کی ذیل میں آتا ہے اور کارِ ثواب ہے۔

۴۔ اپنی اولاد۔ اہلِ خاندان یا اقربا وغیرہ کے لئے وقف کرنا بہترین کارِ خیر ہے اپنی اولاد۔ اولاد در اولاد۔ نسل۔ اہلِ خاندان یا اعزا و اقربا کے لئے وقف کرنا نہ صرف جائز ہے۔ بلکہ دیگر اوقاف کے مقابلہ میں فوقیت رکھتا ہے۔ اس میں خود واقف کی اولاد۔ اور اولاد کی اولاد نسلاً بعد نسل۔ بشمول مرد و عورت۔ اولاد پسری و دختری۔ خاندان کے دیگر افراد۔ اعزاء۔ اقربا۔ بالغ و نابالغ غرضیکہ سب لوگ شامل ہیں۔ (تفصیل کے لئے رسالہ ہذا کا متعلقہ حصہ دیکھئے)

لیکن واقف خود اپنے لئے اُسی حالت میں وقف کر سکتا ہے جب کہ وہ فرقہ حنفی کا پیرو ہو۔

۵۔ مداومت یا ہمیشگی وقف کی اہم ترین قانونی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ قائم رہنے کے لئے کیا جائے اگر کسی مقررہ یا محدود زمانہ کے لئے کیا جائے گا۔ تو وہ وقف۔ وقف ہی نہ ہوگا۔

جو وقف امورِ عامہ یا بنی نوعِ انسان کے لئے کئے جاتے ہیں وہ کبھی ختم نہیں ہوتے۔ یعنی وہ غرض ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ لیکن وقف علی الاولاد اور ایسے تمام دیگر اوقاف کی حالت جو اعزا و اقربا۔ یا کسی مخصوص فرد۔ افراد یا جماعت کے لئے کئے جائیں۔ اُن سے مختلف ہوتی ہے۔ یعنی اولاد کا سلسلہ نسل کبھی نہ کبھی منقطع ہو جانے کا قوی احتمال ہوتا ہے۔ پس ایسی صورت میں جائداد موقوفہ کی آمدنی کا کسی دیگر مستقل نوعیت کے کارِ خیر میں صرف ہونا وقف کے جواز کے لئے لازمی ہے۔ مثلاً مساکین۔ محتاج خانوں۔ ہسپتالوں۔ اور دیگر مصالحہ عامہ پر خرچ کیا جانا۔ اس اصول پر تو تمام فقہا متفق ہیں۔ لیکن اختلاف محض اُن مستقل اغراض کے اظہار کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے تو یہ ہے کہ سلسلہ نسل یا افراد وغیرہ کے منقطع ہو جانے کے بعد آمدنی مساکین کی پرورش پر صرف ہونے لگے گی۔ خواہ اس کی صراحت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ اور صراحت نہ کرنے کی وجہ سے خود وقف میں کوئی نقص واقع نہ ہوگا اور وقف جائز اور قابلِ نفاذ ہوگا۔ اسی پر متفقہ فتویٰ ہے اور ایکٹ نمبر ۶ سنہ ۱۹۱۳ء کا بھی یہی منشا ہے۔ لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک سلسلہ نسل یا افراد منقطع ہو جانے کے بعد جس مستقل غرض میں آمدنی کا صرف کرانا مدِّ نظر ہو۔ اُس

غرض کی صاف الفاظ میں صراحت کرنی قانوناً لازمی ہے۔ اگر صراحت نہ ہوگی تو وقف ناجائز ہوگا۔ ہمارے نزدیک یہ بہت انسب ہے کہ سلسلہ افراد منقطع ہو جانے کے بعد جس مستقل نوعیت کی غرض یا اغراض پر واقف آمدنی کا صرف کیا جانا پسند کرے صاف اور صریح الفاظ میں اُس کا اظہار کر دیا جائے۔ صاف الفاظ میں اظہار کر دینے سے کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ اور اس میں حسب منشاء واقف اُس غرض کا بھی اظہار کیا جا سکتا ہے۔ جس پر واقف صرف کرانے کا خواہش مند ہو۔ عدالتوں کے اختلاف کو مدّ نظر رکھتے ہوئے۔ محفوظ ترین یہی ہے کہ اظہار کر دیا جائے،

۶۔ وقف مکمّل ہو جانے کا قانونی نتیجہ

وقف مکمّل ہو جانے کے بعد جائداد کی سابقہ حیثیت اور نوعیت بدل جاتی ہے۔ اور (۱) واقف اُس کا مالک نہیں رہتا بلکہ معنوی طور سے خداوند تعالیٰ اُس کا مالک ہو جاتا ہے (۲) صرف جائداد موقوفہ کی آمدنی اغراض وقف میں صرف ہو سکتی ہے اور اصل جائداد محفوظ ہو جاتی ہے (۳) بعد وقف جائداد موقوفہ بذریعہ بیع۔ ہبہ۔ رہن وغیرہ منتقل نہیں نہیں ہو سکتی۔ اور (۴) نہ اُس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے،

۷۔ متولّی کا تقرر اور اُسکو قابض کرنا

حضرت امام ابو یوسف رح کے نزدیک وقف کے جواز کے لئے متولّی کا تقرر یا اُس کو قابض کرنا لازمی نہیں۔ لیکن حضرت امام محمّد رح کے نزدیک وقف ناجائز ہوگا جب تک متولّی مقرر کر کے اس کو قابض نہ کیا جائے گا۔ حضرت امام ابو یوسف رح کی رائے پر فتویٰ ہے لیکن الٰہ آباد ہائیکورٹ حضرت امام محمّد رح کی رائے کو مانتی ہے۔ یعنی اگر وقف نامہ میں متولّی کو نامزد نہ کیا جائے اور نیز اُس کو قبضہ نہ دیا جائے تو وقف شروع ہی سے ناجائز ہوگا۔ ہماری ناچیز رائے میں مناسب ہے کہ دونوں شرائط پوری کر دی جائیں یعنی متولّی بھی نامزد کر دیا جائے اور اس کو قابض بھی کر دیا جائے۔ بصورت دیگر وقف نامہ کے منسوخ ہو جانے کا احتمال ہے۔ قبضہ کی نوعیت کیا ہو۔ اس کے لئے رسالہ کا متعلقہ حصّہ ملاحظہ ہو۔ خود واقف بھی متولّی ہو سکتا ہے۔

۸۔ موقوف علیہم میں تقسیم آمدنی

ورثاء میں ترکہ تقسیم ہونے کے متعلق جو اصول مقرر ہیں۔ اُن کا اطلاق موقوف علیہم میں آمدنی تقسیم کرنے میں نہیں ہوتا۔ مثلاً بعض ورثاء میں مقررہ حصے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور عموماً مرد کا حصّہ عورت سے دُگنا ہوتا ہے۔ بعض ورثاء بطور عصبہ بچا ہوا ترکہ پاتے ہیں۔ اور بعض قطعی محروم ہو جاتے ہیں۔ وقف کی آمدنی کے تقسیم ہونے کا طریقہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ اگر حصّہ کشی کے متعلق واقف کی کوئی ہدایت نہ ہو تو تمام موقوف علیہم میں آمدنی بحصّہ برابر تقسیم کی جاتی ہے۔ تفصیل کے لئے رسالہ ہذا کا حصّہ متعلقہ ملاحظہ کیجئے،

۳ - تولیت

۹ - متولی کا تقرر ضروری ہے

حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جن کی رائے پر فتویٰ ہے کسی وقف کے لئے متولی کا تقرر ضروری نہیں - لیکن جیسا کہ دفعہ مذکورہ بالا میں تحریر کیا جا چکا ہے - نظائر کے لحاظ سے متولی کا تقرر لازمی معلوم ہوتا ہے -

۱۰ - متولی کے تقرر کا اختیار کس کو ہے ؟

اپنی زندگی میں واقف حسب مرضی جس کو چاہے اور جب چاہے متولی مقرر کر سکتا ہے - لیکن اگر وہ بلا متولی مقرر کئے ہوئے فوت ہو جائے اور تقرر متولی کے متعلق کوئی ہدایت موجود نہ ہو تو اُس کے وصی کو متولی مقرر کرنے کا اختیار حاصل ہے - اگر کوئی وصی بھی نہ ہو تو حاکم وقت (یعنی ڈسٹرکٹ جج) کو یہ اختیار حاصل ہے -

۱۱ - کون متولی مقرر کیا جا سکتا ہے

متولی ہونے کے لئے (۱) بالغ و عاقل ہونا لازمی شرط ہے - اُس کے لئے مسلمان ہونا لازمی شرط نہیں - عورت بھی متولی ہو سکتی ہے ،

۱۲ - متولی کی علٰحدگی

اگر واقف نے کسی شخص کو بطور متولی مقرر کر دیا ہے تو بعد میں خود واقف بھی اُس کو علٰحدہ کرنے کا قانوناً مجاز نہیں - تاوقتیکہ اُس نے وقف کرتے وقت یہ اختیار اپنے لئے محفوظ نہ کر لیا ہو - لیکن حاکم وقت متولی کی بد دیانتی یا بد انتظامی کی حالت میں ہر وقت متولی کو علٰحدہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے - خواہ واقف نے یہ شرط لگا دی کہ متولی کسی حالت میں علٰحدہ نہ کیا جا سکیگا -

۱۳ - ایک متولی کے بعد دوسرے کا تقرر

مقرر شدہ متولی کے بعد دوسرا متولی وقف نامہ کی ہدایات کے مطابق مقرر کیا جا سکتا ہے - لیکن اگر وقف نامہ میں اس کے متعلق کوئی ہدایت موجود نہ ہو - تو متولی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے مرنے کے وقت کسی شخص کو مقرر کرے صحت اور تندرستی کی حالت میں اُس کو اختیار نہیں کہ وہ اپنی بجائے کسی دوسرے کو مقرر کرے ہاں اگر ضعیف العمری کی وجہ سے وہ انتظام کرنے کے ناقابل ہو جائے تو البتہ وہ اپنا جانشین مقرر کرنے کا مجاز ہے -

۱۴ - متولی مقرر کرنے میں ہدایات کی پیروی

اگر متولی کے مقرر کرنے کے لئے واقف کی ہدایات موجود ہوں - تو اُن پر سختی سے عملدرآمد ہونا ضروری ہے - واقف کی ہدایات کے خلاف متولی کا تقرر کسی

حالت میں جائز نہیں ہو سکتا جب تک کہ تولیت کے لئے واقف کا کوئی رشتہ دار مل سکتا ہو۔ اُس وقت تک بالعموم کسی اجنبی شخص کو متولی مقرر نہیں کرنا چاہیئے۔

۱۵۔ متولی کے اختیارات | متولی کو جائداد موقوفہ کی کفالت پر قرض لینے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ نہ جائداد کو منتقل کر سکتا ہے تاوقتیکہ ان امور کے متعلق وقف نامہ میں صریح ہدایات موجود نہ ہوں۔ ہاں اگر وقف کے قائم رکھنے کیلئے یا وقف کے فائدہ کیلئے ایسا کرنا ضروری ہو جائے تو جج کی اجازت سے ایسا کیا جا سکتا ہے،

۱۶۔ انتظامی امور میں حاکم وقت کے اختیارات | حاکم وقت کا فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے واقف کے دلی منشا کے مطابق وقف کا انتظام کرے۔ لیکن اگر واقف کی ہدایات پر عمل کرنے سے وقف کے انتظام یا قیام میں خلل یا نقص پیدا ہونیکا احتمال ہو۔ یا وقف میں زوال آنے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں حاکم وقت (جج) کو اختیار حاصل ہے کہ وہ واقف کی ہدایات کو نظر انداز کرکے جو طریقہ مناسب ہو۔ اس پر عمل کرے۔ یا عمل کرنیکی ہدایت کرے۔ فقط۔

۴۔ وقف ناموں کے لئے اسٹامپ

جائداد موقوفہ کی مالیت کے مطابق حسب ذیل قیمتوں کے اسٹامپ پر وقف نامجات تحریر ہونے چاہئیں۔

اگر جائداد موقوفہ کی مالیت عـلہ سے زیادہ نہ ہو۔ تو وقف نامہ ۲ر کے اسٹامپ پر ہونا چاہیئے۔

〃 〃 〃 خـلہ سے زیادہ ہو۔ مگر صـہ سے زیادہ نہ ہو۔ تو ۴ر کے اسٹامپ پر

〃 〃 〃 صـہ 〃 〃 〃 مار 〃 〃 〃 ۸ر 〃 〃

〃 〃 〃 مار 〃 〃 〃 ماڑ 〃 〃 〃 عہ ر 〃 〃

〃 〃 〃 ماڑ 〃 〃 〃 سمار 〃 〃 〃 عہر 〃 〃

〃 〃 〃 سمار 〃 〃 〃 امار 〃 〃 〃 عگار 〃 〃

〃 〃 〃 امار 〃 〃 〃 صمار 〃 〃 〃 عہ ر 〃 〃

〃 〃 〃 صمار 〃 〃 〃 سمار 〃 〃 〃 سےار 〃 〃

〃 〃 〃 سمار 〃 〃 〃 معمار 〃 〃 〃 سےہر 〃

〃 〃 〃 معمار 〃 〃 〃 لعا 〃 〃 〃 للعہ 〃 〃

〃 〃 〃 لعار 〃 〃 〃 لعمار 〃 〃 〃 للعہر 〃 〃

〃 〃 〃 لعمار 〃 〃 〃 الـ 〃 〃 〃 صہ ر 〃 〃

اگر جائداد ایک ہزار روپیہ سے زیادہ مالیت کی ہو۔ تو ایک ہزار روپیہ کے بعد ہر صمار یا اُس کے جزو کی مالیتی جائداد پر ۸ر اسٹامپ کی بیشی ہوتی چلی جائے گی،

(۵) **مدینہ** (بجنور) "... نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے مرتب کی ہے۔ عوام کے لئے نہایت مفید اور قابلِ قدر خدمت انجام دی ہے۔ اس رسالہ میں نہایت سلیس اور آسان زبان کے ساتھ وہ تمام فقہی مسائل حل فرمائے ہیں۔ جو قانون وراثت سے واسطہ رکھتے ہیں۔ اُمید ہے کہ برادرانِ اسلام اس کی قدر کرینگے۔"

(۶) **اہلحدیث** (امرتسر) "... مختصر مگر قابلانہ بحث ہے..."

(۷) **انگورہ** (امرتسر) "... عربی میں تو اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن اُردو زبان ابھی اس سے خالی تھی ... وکیل ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر اُردو داں اہلِ سنت والجماعت پبلک کے لئے بھی اس مشکل کو حل کر دیا..."

(۸) **وکیل** (امرتسر) "... اُردو زبان میں اس موضوع پر نہایت مفید کتاب ہے..."

(۹) **کانگریس** (دہلی) "... حقیقت یہ ہے کہ اس مختصر کتاب کو مرتب کر کے اک بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اور بڑی مشکل کو حل کر دیا ہے..."

(۱۰) **معارف** (اعظم گڑھ) "... باوجود اختصار مسائل کی کافی توضیح ہے۔ رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انگریزی قانون کے طرز پر دفعہ وار لکھا گیا ہے..."

(۱۱) **ملت** (میرٹھ) "... اس رسالہ نے اہلِ تسنن کی ایک بڑی ضرورت پوری کر دی... مدقق مؤلف نے ایک اہم خدمت انجام دے کر قوم پر احسان کیا ہے طرزِ بیان صاف اور سلجھا ہوا۔ توضیحات اور تمثیلات سے تمام اصولی مسائل وراثت وشفعہ کے اِس مختصر میں جمع ہیں۔ اس لئے اس کو "دریا بکوزہ" کہنا ہرگز مبالغہ نہیں۔"

(۱۲) **کانفرنس گزٹ** (علی گڑھ) "... یہ رسالہ درحقیقت نہایت محنت سے مرتب کیا گیا ہے جس میں مؤلف نے اسلامی مسائلِ وراثت کو صحت اور وضاحت سے بیان کیا ہے۔ آخر میں شفعہ کے مسائل لکھے ہیں اور عمدہ طریقہ سے لکھے ہیں۔ مسائل کا تجزیہ خوبی سے کیا ہے اور اُن کو دفعہ وار ترتیب کے ساتھ لکھا ہے..."

(۱۳) **رہنما** (مراد آباد) "... یہ ایک نہایت مفید کتاب ہے۔ مسائل کو نہایت مفصل عام فہم۔ اور آسان طریقہ پر درج کیا ہے..."

(۱۴) اخبار تعلیم (لاہور) "نہایت آسان اور سلیس اردو میں لکھ کر ملک پر گرانقدر احسان کیا ہے...."

(۱۵) میونسپل گزٹ (لاہور) "...ایک نہایت عمدہ اور قابل قدر کتاب ہے...."

(۱۶) منادی (دہلی) "...یہ کتاب ہمارے فاضل دوست ... کی اک گرانقدر اور بے حد مفید تصنیف ہے۔ مسلمانوں کا قانون وراثت ایک ایسی اہم چیز ہے جس کے سمجھنے اور جاننے کی ہر فرزند توحید کو ہر وقت ضرورت رہتی ہے.. جناب حنیفی نے ان ہی مشکلات کے پیش نظر اس کتاب کو پوری دماغ سوزی اور لیاقت کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اور اس قدر آسان عام فہم اور سلجھی ہوئی زبان میں پیش کیا ہے کہ معمولی پڑھے لکھے حضرات بھی اسے سمجھ سکتے ہیں... ہمارے نزدیک کتاب بہت قابل قدر اور مفید ہے...."

(۱۷) ریاست (دہلی) "...عام فہم اور آسان زبان میں مرتب کی ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں مولف کو بہت محنت اور کاوش کرنی پڑی ہوگی ... تمام مطالب کو مفصل اور آسان زبان میں بیان کیا گیا ہے"

عالیجناب مولانا مولوی حبیب الرحمٰن صاحب مدیر القاسم و مہتمم دار العلوم دیوبند و عالیجناب مولوی مبارک حسین صاحب محمودی۔ عالیجناب مولوی سید محمد میر صاحب وکیل نے اسکی خوبی کی تصدیق فرمائی ہے۔

چونکہ وی۔ پی میں صرفہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے ۹ر کے ٹکٹ ارسال فرمایئے۔ ورنہ کم سے کم ۵ جلدیں بذریعہ وی۔ پی منگائیے۔

پہلا ایڈیشن قریب ختم کے ہے۔ اسلئے جلدی کیجئے۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے کتب فروش کی معرفت منگائیے

دفتر قانون وراثت۔ باب اعلیٰ۔ شہر میرٹھ

کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں۔ بلکہ ہر دو کتاب "قانون وقف علی الاولاد" اور قانون شفع کی جسقدر جلدیں مطلوب ہوں مؤلف سے براہ راست یا اپنے کتب فروش کی معرفت طلب فرمائیں۔ زیادہ جلدوں کے خریداروں سے رعایت کی جائیگی جنکے لئے خط و کتابت ہو سکتی ہے۔